ماھنامہ

حکمت بالغہ

فروری2008

مدیر: انجینئر مختار حسین فاروقی

قرآن اکیڈمی

جھنگ پاکستان

فون اور فیکس:0092-47-7628361

ای میل:hikmatbaalgha@yahoo.com

ویب سائٹ www.hamditabligh.net پر حکمت بالغہ کے تمام شمارے دستیاب ہیں

سورۃ الحدید

آیت 12 تا 19

یَوۡمَ تَرَی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ وَالۡمُؤۡمِنٰتِ

جس دن تم مؤمن مردوں اور مؤمن عورتوں کو دیکھو گے

یَسۡعٰی نُوۡرُھُمۡ بَیۡنَ اَیۡدِیۡھِمۡ وَبِاَیۡمَانِھِمۡ

کہ (ان کے ایمان) کا نور ان کے آگے آگے اور داہنی طرف چل رہا ہے

بُشۡرٰکُمُ الۡیَوۡمَ جَنّٰتٌ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِھَا الۡاَنۡھٰرُ خٰلِدِیۡنَ فِیۡھَا

(تو ان سے کہا جائے گا کہ) تم کو بشارت ہو (کہ آج تمہارے لئے) باغ ہیں

جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں ان میں ہمیشہ رہو گے

ذٰلِکَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِیۡمُ

یہی بڑی کامیابی ہے

یَوۡمَ یَقُوۡلُ الۡمُنٰفِقُوۡنَ وَالۡمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا

اس دن منافق مرد اور منافق عورتیں مؤمنوں سے کہیں گے

انۡظُرُوۡنَا نَقۡتَبِسۡ مِنۡ نُّوۡرِکُمۡ

کہ ہماری طرف نظرِ (شفقت) کیجئے کہ ہم بھی تمہارے نور سے روشنی حاصل کریں

قِیۡلَ ارۡجِعُوۡا وَرَآءَکُمۡ فَالۡتَمِسُوۡا نُوۡرًا

تو ان سے کہا جائے گا پیچھے لوٹ جاؤ اور (وہاں) نور تلاش کرو

فَضُرِبَ بَیۡنَھُمۡ بِسُوۡرٍ لَّہٗ بَابٌ

پھران کے بیچ میں دیوار کھڑی کردی جائیگی جس میں ایک دروازہ ہوگا

بَاطِنُہ‘ فِیْہِ الرَّحْمَۃُ وَظَاھِرُہ‘ مِنْ قِبَلِہِ الْعَذَابُ

جواس کی اندرونی جانب ہےاس میں تو رحمت ہےاور

جو بیرونی جانب ہےاس طرف عذاب ہے

یُنَادُوْنَھُمْ اَلَمْ نَکُنْ مَّعَکُمْ

تو منافق لوگ مؤمنوں سے کہیں گے کیا ہم (دنیا میں) تمہارے ساتھ نہ تھے

قَالُوْا بَلٰی وَلٰکِنَّکُمْ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَکُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ

کہیں گے کیوں نہیں تھے لیکن تم نے خود اپنے تئیں بلا میں ڈالا

اور (ہمارے حق میں حوادث کے) منتظر رہے

وَارْتَبْتُمْ وَغَرَّتْکُمُ الْاَمَانِیُّ

اور (اسلام میں) شک کیا اور آرزوں نے تم کو دھوکا دیا

حَتّٰی جَآءَ اَمْرُ اللّٰہِ وَغَرَّکُمْ بِاللّٰہِ الْغَرُوْرُ

یہاں تک کہ اللہ کا حکم آ پہنچا اور اللہ کے بارے میں تم کو دغاباز (شیطان) دغا دیتا رہا

فَالْیَوْمَ لَا یُؤْخَذُ مِنْکُمْ فِدْیَۃٌ وَلَا مِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا

تو آج تم سے معاوضہ نہیں لیا جائے گا اور نہ (وہ) کافروں ہی سے (قبول کیا جائے گا)

مَاْوٰکُمُ النَّارُ ھِیَ مَوْلٰکُمْ وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ

تم سب کا ٹھکانہ دوزخ ہے کہ وہی تمہارے لائق ہےاور وہ بری جگہ ہے

اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ آمَنُوْا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُھُمْ

کیا ابھی تک مؤمنوں کے لئے اس کا وقت نہیں آیا کہ ان کے دل نرم ہو جائیں

لِذِکْرِ اللّٰہِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ

اللہ کی یاد کرنے کے وقت اور (قرآن) جو حق (کی طرف)

سے نازل ہوا ہےاس کے سننے کے وقت

وَلَا یَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ اُوْتُوْا الْکِتٰبَ مِنْ قَبْلُ

اور وہ ان لوگوں کی طرح نہ ہو جائیں جن کو ان سے پہلے کتابیں دی گئیں تھیں

فَطَالَ عَلَيۡهِمُ الۡاَمَدُ فَقَسَتۡ قُلُوۡبُهُمۡ

پھر ان پر زمانہ طویل گزر گیا تو ان کے دل سخت ہو گئے

وَكَثِيۡرٌ مِّنۡهُمۡ فٰسِقُوۡنَ

اور ان میں سے اکثر نافرمان ہیں

اِعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰهَ يُحۡىِ الۡاَرۡضَ بَعۡدَ مَوۡتِهَا

جان رکھو کہ اللہ ہی زمین کو اس کے مرنے کے بعد زندہ کرتا ہے

قَدۡ بَيَّنَّا لَـكُمُ الۡاٰيٰتِ لَعَلَّكُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ

ہم نے اپنی نشانیاں تم کو کھول کھول کر بیان کر دی ہیں تاکہ تم سمجھو

اِنَّ الۡمُصَّدِّقِيۡنَ وَالۡمُصَّدِّقٰتِ وَاَقۡرَضُوا اللّٰهَ قَرۡضًا حَسَنًا

جو لوگ خیرات کرنے والے ہیں مرد بھی اور عورتیں بھی

اور اللہ کو نیت نیک اور خلوص سے قرض دیتے ہیں

يُّضٰعَفُ لَهُمۡ وَلَهُمۡ اَجۡرٌ كَرِيۡمٌ

ان کو دوگنا ادا کیا جائے گا اور ان کے لئے عزت کا صلہ ہے

وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖۤ

اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے

اُولٰۤـئِكَ هُمُ الصِّدِّيۡقُوۡنَ وَالشُّهَدَآءُ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ

یہی اپنے پروردگار کے نزدیک صدیق اور شہید ہیں

لَهُمۡ اَجۡرُهُمۡ وَنُوۡرُهُمۡ

ان کے لئے ان (کے اعمال) کا صلہ ہوگا اور ان (کے ایمان) کی روشنی

وَالَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا وَكَذَّبُوۡا بِاٰيٰتِنَاۤ اُولٰۤـئِكَ اَصۡحٰبُ الۡجَحِيۡمِ

اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آئتوں کو جھٹلایا وہی دوزخ والے ہیں

حرف آرزو

یوں تو قدرت کے اس کارخانے میں ''سکون'' محال ہے تراش خراش اور فطری کانٹ چھانٹ کا مسلسل عمل جاری وساری ہے۔ ہزاروں لوگ اس دنیا سے روزانہ کوچ کر جاتے ہیں اور ہزاروں نئے راہرو اور مسافران کی جگہ اس دنیا میں وارد ہوجاتے ہیں۔ ''تغیر و تلاطم'' ہی اس کائنات میں ایک زندہ 'خدا' کی ہستی اور وجود کا ثبوت ہے۔

ہر شے مسافر ہر چیز راہی　　　کیا چاند تارے کیا مرغ و ماہی

ان ہر دم بدلتے ہوئے حالات میں انسان کا کیا کردار ہے؟ اور اس کا ROLL کیا ہے؟۔ یہ مسئلہ جبر وقدر کی لطیف باریکیوں میں لپٹا ہوا تو ہے تاہم اس قدر عیاں ہے کہ ہر ذی شعور شخص اس کو سمجھتا ہے اور خواہی نخواہی روزانہ روئے ارضی پر ان گنت قسم کی تبدیلیاں پیدا کر دیتا ہے۔ بجا کہ ＿＿＿＿ آسمان اور دور و دراز مادی کُرّے انسان کے دست تصرف سے بعید ہیں۔ تاہم یہ زمین اور اس پر بھی بالخصوص انسانی تمدنی معاملات کے بناؤ اور بگاڑ ہیں انسان کا جو حصہ ہے وہ ظاہر و باہر ہے۔ ایک خدا شناس اور مرد مومن انسان کے کرنے کا کام کیا ہے؟ بقول علامہ اقبال!

مسلمانے کہ داند رمز دیں را　　　نسا ید پیش غیر اللہ جبیں را
اگر گردوں بکام او نہ گردد　　　بکام خود بگرداند زمیں را

حضرت انسان آسمانوں کو نہیں بدل سکتا تو نہ سہی زمین کو تو اپنی مرضی کے مطابق ڈھالنا اور سنوانا چاہئے اور اس کی سعی کرنی چاہئے۔

یہ زمین اللہ ﷻ نے بنائی ہے اور اس پر اسی (اللہ ﷻ) کی حاکمیت

(SOVEREIGHNTY) قائم ہونی چاہئے اور اللہ کو معبود حقیقی اور بادشادہ حقیقی ماننے والے اہل ایمان کے ذمے ہے کہ وہ اس تغیر پذیر دنیا میں اللہ ﷻ کی خلافت کے نظام کے لئے موزوں حالات پیدا کریں اور عملاً اس کی حاکمیت کا سکّہ جمادیں۔ علامہ اقبال نے ایک رباعی میں اللہ ﷻ سے ہمکلامی کے انداز میں نہایت ہی بلند تخیل پیش فرمایا ہے۔ اللہ ﷻ علامہ اقبال سے پوچھتے ہیں دنیا میں رہتے ہوئے تمہیں دنیا کا نظام اور حالات پسند آئے کہ نہیں؟ علامہ اقبال کہتے ہیں کہ اے اللہ نہیں، میری پسند (یعنی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام) کے مطابق تو دنیا کے معاملات نہیں چل رہے بلکہ اے اللہ ﷻ تیرے احکام پر کہیں بھی عمل نہیں ہو رہا تو اللہ ﷻ فرماتے ہیں (تمہاری ذمہ داری ہے) کہ اس فاسد اور خدا بیزار تہذیب و نظام کو درہم برہم کردو۔

گفتند جہان ما آیا کہ بتومی سازد ؎ گفتم کہ نمی سازد! گفتند کہ برہم زن

اور اس کے لئے منہج اور طریقہ کیا ہے؟ اولاً ''بانشہءِ درویشی درساز و دمادم زن'' اور بعد ازاں مناسب موقع پر۔ ''چوں پختہ شوی خود را بر سلطنت جم زن''

یہی قرآن کا راستہ ہے یہی مردان حق کی گزرگاہ ہے اور یہی سیرت النبی ﷺ اور سیرت الصحابہ رضی اللہ عنہم کا عکس جمیل ہے۔ گذشتہ کئی صدیوں کی 'بے خدا' اور حیوانی مغربی تہذیب کے اثرات آج دنیا میں نمایاں ہو کر عام آدمی تک آ پہنچے ہیں۔ اور ہر آدمی چاہے اسے دو وقت کی روٹی میسر ہے یا نہیں ہے اس ماحول میں بے چینی اور بے سکونی کی کیفیت میں مبتلا ہے۔ اور اس کے اثرات ہر چہرے پر عیاں ہیں۔ ابھی آنے والے دنوں میں شاید یہ کیفیت مزید دس بیس گنا زیادہ گھمبیر اور خوفناک ہو جائے ______ تاہم سوچنے کی بات یہ ہے کہ موجودہ حالات میں سے انسانیت کے نکلنے کا راستہ کون سا ہے؟ مسائل کے اس طوفان میں ہماری جائے پناہ کہاں ہے؟

ہم حکمت بالغہ کے ان صفحات میں پہلے بھی کوشاں رہے ہیں اور آج بھی اور ان شاء اللہ آئندہ بھی کوشاں رہیں گے کہ مسلمانوں کی اجتماعی سوچ کو اللہ ﷻ کے نازل کردہ آخری کلام (OLD TESTAMENT یا NEW TESTAMENT کی بجائے LAST TESTAMENT) یعنی قرآن حکیم کی ہدایت کی طرف پھیر دیا جائے۔ قرآن اور صاحب قرآن کی شخصیت یا قرآن وسنت (اور قرآن وحدیث) کو علیحدہ نہیں کیا جاسکتا یہ

INSEPARABLE ہیں اور اسی حیثیت میں یہ ہمارے لیے رہنمائی کا مینار ہیں۔

قرآن مجید میں آج کے حالات میں کام کرنے کی ہمت کرنے والوں کی انتہائی کے لیے سورۃ الروم کے پانچویں رکوع کی آیات موجود ہیں۔ ابتداء میں آج کے حالات کا نقشہ ہے۔اللہ ﷻ فرماتے ہیں۔

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ

خشکی اور تری میں فساد پھیل گیا ہے

بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ

لوگوں کے اعمال کے سبب

لِيُذِيْقَهُمْ بَعْضَ الَّذِيْ عَمِلُوْا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ (الروم:41)

تا کہ اللہ ان کو ان کے بعض اعمال کا مزہ چکھائے۔عجب نہیں کہ وہ باز آ جائیں

پھر مشاہدہ اور غور وفکر کی دعوت ہے۔

قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ

کہہ دو کہ ملک میں چلو پھرو

فَانْظُرُوْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلُ

اور دیکھو جو تم سے پہلے ہوئے ہیں ان کا کیسا انجام ہوا ہے

كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّشْرِكِيْنَ (الروم:42)

ان میں سے زیادہ تر مشرک تھے

سابقہ اقوام عالم کی تاریخ اور ان کی تباہی کے اسباب آج ہماری آنکھیں کھولنے کے لیے کافی ہونے چاہئیں۔ بشرطیکہ ہمارے دل زندہ ہوں اور آنکھ اور کان یعنی سماعت و بصارت بھی 'انسانی معیار' کی ہو نہ کہ جانوروں جیسی۔ اس لیے کہ اگر دل مردہ ہو جائے تو پھر یہی سماعت و بصارت صرف 'حیوانی سطح' پر دیکھنے اور سننے تک محدود رہتی ہے۔اللہ ﷻ فرماتا ہے!

اِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ (الحج:46)

ترجمہ: ''بات یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ دل جو سینوں میں ہیں (وہ) اندھے ہوتے ہیں''۔

ان حالات میں ایک باضمیر، زندہ دل اور فطرت سلیمہ کے مالک معقول انسان کے لیے کرنے کا کام یہ ہے کہ وہ خود منکرات اور SOCIAL EVILS سے توبہ کرے اور دوسروں کو بھی اسی کی دعوت دیتا رہے۔

انسان کی سوچ اگر یہاں تک آجائے تو آگے کے مراحل میں رہنمائی کے لیے ترمذی شریف کی فضائل قرآن کے باب سے ایک فرمان رسالت ﷺ پیش خدمت ہے۔

یہ روایت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

اَلَا اِنَّھَا سَتَکُونُ فِتنَۃٌ

خبردار! عنقریب فتنہ ظاہر ہوگا

قُلتُ: مَا الْمَخرَجُ مِنھَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ ؟

میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ اس سے نکلنے کا کیا راستہ ہوگا؟

قَالَ کِتَابُ اللّٰہِ

آپ ﷺ نے فرمایا کتاب اللہ (قرآن مجید)

فِیْهِ نَبَأُ مَا کَانَ قَبلَکُمْ وَخَبَرُ مَا بَعْدَکُمْ وَحُکْمُ مَابَیْنَکُمْ

جس میں تم سے پہلے والوں کی حالات ہیں اور تمہارے

بعد والوں کی خبریں اور تمہارے مابین کا فیصلہ ہے

ھُوَ الْفَصْلُ لَیْسَ بِالْھَزْلِ

یہ ایک فیصلہ کن (کتاب) ہے کوئی مذاق نہیں

مَنْ تَرَکَهُ مِنْ جَبَّارٍ قَصَمَهُ اللّٰہُ وَمَنِ ابْتَغَی الْھُدٰی فِی غَیْرِہٖ اَضَلَّهُ اللّٰہُ

جو اس کو ترک کردے گا تکبر سے اللہ اس کو توڑ دیں گے جو اس سے

ہٹ کر ہدایت تلاش کرے گا اللہ اس کو گمراہ کردیں گے

وَھُوَ حَبْلُ اللّٰہِ الْمَتِیْنُ

(قران) اللہ کی مضبوط رسی ہے

وَهُوَ الذِّكْرُ الْحَكِيمُ

اور حکمت والی نصیحت ہے

وَهُوَ الصِّرَاطُ الْمُسْتَقِيمُ

اور یہی سیدھا راستہ ہے

وَهُوَ الَّذِي لَا تَزِيغُ بِهِ الْاَهْوَاءُ وَلَا تَلْتَبِسُ بِهِ الْاَلْسِنَة

اور (قران) وہ کتاب ہے جس سے خواہشات نہیں بھٹکتیں اور نہ زبانوں میں خلط ملط ہوتا ہے

وَلَا يَشْبَعُ مِنْهُ الْعُلَمَاءُ وَلَا يَخْلُقُ عَنْ كَثْرَةِ الرَّدِّ وَلَا تَنْقَضِي عَجَائِبُهُ

اور نہ ہی اس سے علماء سیر ہوتے ہیں اور نہ یہ زیادہ دہرانے سے پرانی ہوتی ہے

اور نہ اس کی عجائبات ختم ہوتے ہیں

وَهُوَ الَّذِي لَمْ تَنْتَهِ الْجِنُّ اِذْ سَمِعَتْهُ حَتّٰى قَالُوا

یہی ہے وہ کتاب کہ جب جنات نے اس کو سنا تو یہ کہنے سے نہ رک سکے

اِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا يَّهْدِي اِلَى الرُّشْدِ فَآمَنَّا بِهٖ

ہم نے ایک عجیب قرآن سنا جو بھلائی کا راستہ بتاتا ہے سو ہم اس پر ایمان لے آئے

مَنْ قَالَ بِهٖ صَدَقَ ____ وَ ____ مَنْ عَمِلَ بِهٖ اُجِرَ

جو اس (قرآن) کے مطابق بات کہے اس نے سچ کہا جس نے اس پر عمل کیا اس کو اجر دیا گیا

وَمَنْ حَكَمَ بِهٖ عَدَلَ

جس نے اس (قران) کے مطابق فیصلہ کیا اس نے انصاف کیا

وَمَنْ دَعَا اِلَيْهِ هُدِيَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ

جس نے اس (قران) کی طرف بلایا اس کو سیدھے راستے کی ہدایت عطا کر دی گئی

حاصل کلام یہ ہے کہ آج کے حالات میں ہر ذی شعور اور باضمیر مسلمان کو خود سچی توبہ کرنا چاہیے۔ اور اللہ کی نافرمانی ترک کر دینا چاہیے اور اسی کی دعوت گھر سے شروع کر کے درجہ بدرجہ پورے معاشرے تک پھیلانے کی سعی کرنا چاہیے اس کے لیے انفرادی سطح سے اٹھ کر اجتماعی

سطح پر بھی کام کرنا چاہیے اور کسی ایسی ہی اجتماعیت میں شریک ہو کر اس فرض کو ادا کرنا چاہیے اس پُرخطر راستے کا واحد ہتھیار قرآن مجید ہے یہی کتاب ہدایت ہے اور 'حبل اللہ' ہے جس کو مضبوطی سے تھام کر ہم دنیا اور آخرت میں کامیاب ہو سکتے ہیں بقول: اکبر الٰہ آبادی

مغوی تو ملیں گے تمہیں شیطان سے بڑھ کر

ہادی نہ ملے گا مگر قرآن سے بڑھ کر

اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہمیں اپنی کتاب مبین کی خدمت میں لگا دے اور اس پر عمل کرنے والا بنا دے آمین!

________اللھم وفقنا لما تحب و ترضی________

تخلیق اور ارتقاء(3)

ساجد محمود مسلم

''ارتقاء'' کائنات میں جاری مسلمہ اصولِ فطرت ہے تاہم کائناتی وحیاتیاتی ارتقاء کے متعلق ہر تصور صحیح نہیں خصوصاً چالس ڈارون کا مخصوص تصورِ ارتقائے اکبر قرآنی تصور تخلیق امم کے یکسر منافی ہے جملہ حیاتیاتی شواہد ''ارتقائے اکبر'' کی نفی کرتے ہیں۔ بالخصوص زندہ رکازات، ہر امہ کا اصلی کروموسوم نمبر اور مخصوص جینوم وغیرہ ارتقائے اکبر کی تردید کا بیّن ثبوت ہیں۔ ان شواہد کی مزید تفصیل ذیل میں ملاحظہ کیجئے۔

جینوم کی شہادت (EVIDENCE FROM GENOMICS)

ہر نوع کا جینوم مخصوص نوعیت کا ہوتا ہے، لہٰذا ایک سادہ نوع سے مختلف اور پیچیدہ تر نوع کے ارتقاء کے لئے ضروری ہے کہ جینوم میں نئے اور منفرد جینز کا یکدم اضافہ ہو۔ مثال کے طور پر ڈارون پرستوں کا دعویٰ ہے کہ کسی رینگنے والے جانور کے ارتقاء سے پرندے وجود میں آئے تھے۔ ہم جانتے ہیں کہ رینگنے والے جانوروں میں پرندوں جیسے پروں (FEATHERS) کا کوئی وجود نہیں ہوتا۔ ماضی میں بھی پروں والے رینگنے والے جانور کا کوئی سراغ نہیں ملتا کیونکہ اس کی رکازی شہادت موجود نہیں۔ آرکیو پیٹرکس(ARCHYOPTERIX) جسے رینگنے والے جانوروں اور پرندوں کی انتقالی شکل(TRANSITIONAL) کے طور پر پیش کیا جاتا ہے، اکثر ماہرین طیوریات (ORNITHOLOGY) کے نزدیک ایک مکمل پرندہ تھا۔

پرندوں کے پر محض اتفاقاً پیدا نہیں ہوتے بلکہ ان کی تشکیل کے لئے ایک منظّم و مرتب منصوبہ کام کرتا ہے۔ خلوی سطح پر ایک پیچیدہ اور مکمل نظام پروں کی تشکیل کا باعث بنتا ہے۔ DNA اور RNA کے سینکڑوں نیوکلیوٹائڈز صرف پروں کی تشکیل کے لئے وقف ہوتے ہیں۔ DNA سے جینز وہ مخصوص پروٹینز (PROTEINS) بنانے کی ہدایات جاری کرتے ہیں جو پروں کی بناوٹ کے لئے ضروری ہیں۔ RNA ان ہدایات کے تحت وہی مخصوص پروٹینز بناتا ہے۔ یہاں پروں کی تشکیل کے طویل اور پیچیدہ عمل کو نہایت ہی سادہ اور مختصر سے لفظوں میں بیان کیا گیا ہے۔ ان کی اصل پیچیدگی اور نظم و ربط سے ماہرین بخوبی آگاہ ہیں۔

اس بیان کا مقصد یہ ہے کہ پروں کو تشکیل دینے والے بیسیوں جینز پرندوں میں کہاں سے وارد ہوئے؟ رینگنے والے جانوروں میں تو یہ جینز سرے سے پائے ہی نہیں جاتے پھر ان کے ارتقاء سے پرندے کیسے وجود میں آسکتے تھے۔ جبکہ یہ معلوم حقیقت ہے کہ کروموسومز کے انحرافات یا جینی تغیرات کے ذریعے نئے منفرد جینز پیدا نہیں ہوتے بلکہ پہلے سے موجود جینز کی ترتیب بدلتی ہے یا ان میں کمی ہوجاتی ہے یا انہی جینز کی نقول (COPIES) کا اضافہ ہوجاتا ہے۔ 1970ء میں سسمو اوہنو (SUSMO OHNO) نے جین ڈپلیکیشن (GENE DUPLICATOIN) یعنی پہلے سے موجود بعض جینز کی نقول کے اضافہ کو پیچیدہ تر انواع اور نئے منفرد اعضاء کی تشکیل کا سب سے بڑا منبع قرار دیا تھا مگر 35 سال گزرنے کے باوجود جدید ترین ٹیکنالوجی کے علی الرغم، اس مفروضہ کی کوئی تجرباتی شہادت فراہم نہیں کی جاسکی۔ اس کے برعکس شعاع ریزی (RUDIATION) اور تغیرات پیدا کرنے والے کیمیائی مادے کے مسلسل استعمال کے باوجود، ڈروسوفلا میں آج تک ایک بھی نیا منفرد اور کارآمد عضو پیدا نہیں ہوا۔ ڈارون پرست حقیقت سے ناواقف عوام کو چکمہ دینے کے لئے ایک عموما مثال پیش کرتے ہیں جسے اینٹینا پیڈیا (ANTENNAPEDIA) کہتے ہیں یہ اصطلاح اس جینی تغیر کیلئے وضع کی گئی ہے کہ جو ڈروسوفلا میں واقع ہوا اور اس کے نتیجے میں ڈروسوفلا کے محاسے (ANTENNA) کی جگہ پر ٹانگیں پیدا ہوگئیں۔ ڈروسوفلا میں مختلف اعضاء کے مقام پیدائش کے تعین کے لئے جینز کا ایک سیٹ مخصوص ہے جسے HOX کہتے ہیں۔ اس کی فطری ترتیب سے اعضاء اپنے فطری مقام پر پیدا ہوتے ہیں۔ البتہ اس میں تغیر کی وجہ سے ٹانگیں، محاسوں کی جگہ ابھر آتی ہیں اور محاسے غائب ہوجاتے ہیں۔ غلط جگہ پر ٹانگوں کے ابھرنے کو ایک نئے منفرد کارآمد اور اعضاء کی تشکیل کی دلیل قرار دیا جاتا ہے۔ حالانکہ ٹانگوں کے بننے کی ہدایات پر مشتمل جینز پہلے سے موجود تھے صرف ان کی ترتیب میں تبدیلی سے اضافی ٹانگیں غلط جگہ پر ابھر آئیں۔ لہٰذا اس صورت میں نہ تو نئے جین پیدا ہوئے نہ ہی اس کے نتیجے میں کوئی نیا منفرد اور کارآمد عضو پیدا ہوا۔ اس کے برعکس ڈروسوفلا کی مذکورہ نسل اپاہج اور معذور ہوگئی جو اس بات کی دلیل ہے کہ اگر فطرت میں بھی واقعتاً اس طرح کے اتفاقی (RANDOM) تغیرات سے کوئی عضو نمودار ہو بھی جائے تو وہ اس جاندار

کومعذوراور نااہل بنادے گا۔ درحقیقت انٹینا پیڈیا کی اس مثال کو زیادہ سے زیادہ جینی تغیرات (GENE MUTATIONS) کے وقوع کی دلیل قرار دیا جاسکتا ہے وہ بھی مضر یا غیر مفید تغیرات کی دلیل۔

معلوم ہوا کہ ایک سادہ نوع سے پیچیدہ تر اور منفرد نوع کے ظہور کے لئے جینوم میں ایسے غیر معمولی تغیرات کی ضرورت ہے جو بیک وقت بہت سی نئی اور مفید خصوصیات کا باعث بن سکیں۔ یادرہے کہ مفید تغیرات کسی نوع کی آبادی میں موجود تمام یا اکثر افراد میں بیک وقت واقع نہیں ہوتے۔ بلکہ چند ہی افراد میں کوئی ایک آدھ مفید تغیر واقع ہوتا ہے، جبکہ کسی رینگنے والے جانور سے کسی پرندے کے ارتقاء کے لئے بہت سے مفید تغیرات کا بیک وقت ایک ہی فرد میں واقع ہونا ضروری ہے ورنہ پرندوں میں پروں کے ظہور کی کوئی حقیقت پسندانہ توجیہہ وتشریح نہیں کی جاسکتی۔لیکن یہ معلوم ومسلمہ حقیقت ہے کہ ایک ہی فرد میں بیک وقت اس قدر منظّم جینی تغیرات کا وقوع محال عقلی ہے جو پروں کی تشکیل میں ملوث پیچیدہ نظام وضع کرسکیں۔ ماحول میں کتنی ہی شدید تبدیلیاں ہوں جینی تغیرات کا وقوع کتنا ہی قریب الامکان ہو کسی رینگنے والے جانور کی نوع سے پرندے پیدا نہیں ہوسکتے۔

یہاں پرندوں کے پروں کی مثال سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کوئی بھی نیا پیچیدہ مفید عضو اس وقت تک پیدا نہیں ہوسکتا جب تک جینوم میں شدید قسم کی تبدیلیاں رونما نہ ہوں اور یہ معلوم حقیقت ہے کہ کسی بھی نوع کا جینوم اس نوعیت کی غیر معمولی شدید تبدیلیوں کا متحمل نہیں ہوسکتا۔اگر کبھی اس نوعیت کی تبدیلی کسی نقص کی وجہ سے پیدا ہو ہی جائے تو اس کے نتیجے میں جنم لینے والا جاندار انتہائی ناقص (DEFECTED) ،عجیب الخلقت (MALFORMED) اور معذور ہوتا ہے جو اپنی آئندہ زرخیز نسل پیدا کرنے میں کامیاب نہیں ہوتا۔جبکہ ارتقاء کے لئے شرط ہے کہ ظاہر ہونے والے انحرافات نسل درنسل منتقل ہوسکتے ہوں۔

پس جینوم کی اس شہادت سے ڈارون پرستوں کی تمام رہی سہی امیدوں پر پانی پھر جاتا ہے کیونکہ یہ شہادت ارتقاء اکبر کو قطعی طور پر غیر ممکن اور غیر معقول ثابت کرنے کے لئے حرف آخر کی حیثیت رکھتی ہے۔

ہم ہر سلیم العقل شخص کو دعوت دیتے ہیں کہ ذرا دیر رک کر اپنے دل پہ ہاتھ رکھ کر سوچئے کہ کیا ایک جرثومہ (BACTERIUM) اور انسان کا جینوم ایک سا ہے؟ تمام ماہرین جینیات (GENETICES) اور جینومیات (GENOMICS) اس سوال کا جواب متفقہ طور پر نفی میں دیتے ہیں۔ لہٰذا جینوم کی بعض مشابہات کی بنیاد پر عقل یہ فرض کرنے کی اجازت کیسے دے سکتی ہے کہ سپر کمپیوٹر کا خالق حضرت انسان، ایک جرثومے یعنی بیکٹیریم کی ترقی یافتہ شکل ہے؟۔

فرض کرلیں کہ ابھی 'کیمبرین' دھماکہ دریافت نہیں ہوا، اور زمین صرف چار ارب نہیں بلکہ ایک کھرب سال پرانی ہے۔ کیا جینیات کے حقائق ایک جرثومے سے ترقی یافتہ انسان کے ظہور پر یقین کرنے کی اجازت پھر بھی دیتے ہیں؟ عقل صریح اس کا جواب نفی میں دیتی ہے۔ ہم تخیل پسندوں سے کہتے ہیں کہ آپ شوق سے اپنے مافوق الفطرت اور دیو مالائی تخیلات کی فضا میں پرواز کرتے ہوئے ایک بیکٹیریم سے انسان کا ارتقاء ہونے کا تصور باندھیں، مگر خدارا سلیم العقل لوگوں سے اپنے ان ''تخیلات'' کے ماننے پر اصرار مت کریں۔ سلیم العقل لوگ یقین رکھتے ہیں کہ کائنات کے واحد رب نے ہر امۃ کو جدا جدا تخلیق کیا ہے۔ جس کی شہادت تمام جدید تحقیقات دے رہی ہیں۔ لہٰذا آپ بے شک اپنے ان موہوم ''خیالات'' میں مست رہئے مگر 'تخلیق' مت جھٹلایئے جو کائنات کی سب سے بڑی حقیقت ہے۔

بلاشبہ اللہ تعالیٰ کا فرمان سچا ہے کہ :

> ومامن دآبة فی الارض ولا طائر یطیر بجنا حیه الا امم امثالکم (الانعام 38)
>
> ''اور زمین پر چلنے والے تمام جانوروں اور اپنے دو پروں سے اڑنے والے پرندوں کی تم جیسی امتیں ہیں۔''

ڈارون پرستوں کی تضاد بیانی

ارتقاء کے موضوع پر لکھا گیا کوئی مضمون یا اس موضوع پر ضبط تحریر میں لائی گئی کوئی کتاب ایسی نہیں جس میں ڈارون پرستوں نے جانداروں کے مابین مشابہات

(RESEMBLANCES) کو موضوع سخن نہ بنایا ہو۔ ایسی ہی مشابہات کے لئے ایک اصطلاح مماثلت اعضاء یعنی ہومولوجی (HOMOLOGY) کثرت سے مستعمل ہے۔ وہ مماثلت اعضاء کو ارتقاء اکبر کی نہایت قوی اور قائل کرنے والی دلیل قرار دیتے ہیں۔ اکثر کتابوں میں مماثلت اعضاء کیلئے انسانی بازو، پرندے کے بازو(WING) ،چھپکلی کی ٹانگ، وہیل (WHALE) کے فلپر اور گھوڑے یا کسی اور چوپائے کی ٹانگ کی مثال دی جاتی ہے۔ ان مذکورہ اعضاء کو مماثل اعضاء (HOMOLGUES) باور کرایا جاتا ہے، حالانکہ ان اعضاء کی صرف بیرونی ہی نہیں بلکہ اندرونی ساخت اور استعمال میں واضح اختلافات موجود ہیں۔ یہ اختلافات اس قدر واضح ہیں کہ خود ڈارون پرست جب مچھلیوں سے جل تھلیوں، جل تھلیوں سے رینگنے والے جانوروں اور ان سے پرندوں اور ممالیہ جانوروں کے ارتقاء کی تفصیلات بیان کرتے ہیں تو انہیں ایک لفظ''ترمیم''(MODIFICATION) بار بار استعمال کرنا پڑتا ہے۔ مثلاً وہ کہتے ہیں کہ پرندوں کے بازو رینگنے والے جانوروں کی اگلی ٹانگوں کی ترمیم شدہ شکل ہیں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایک جانب تو ان دونوں جدا جدا اعضاء کو مماثل قرار دیتے ہیں، یعنی یہ دونوں اعضاء اپنی بناوٹ میں ایک جیسے ہیں اور دوسری جانب یہ بھی کہتے ہیں کہ پرندوں کے بازو ترمیم شدہ شکل ہیں۔ اگر وہ واقعتاً پہلے ہی ایک جیسے ہیں تو ترمیم کی ضرورت کیوں پیش آئی ؟ یاد رہے کہ یہ بحث لغوی نوعیت کی نہیں ہے بلکہ ایک حقیقت کی عکاسی کرتی ہے وہ یہ کہ جن اعضاء کو یہ ڈارون پرست مماثل قرار دیتے ہیں وہ فی الحقیقت مماثل نہیں کیونکہ ان کی بناوٹ اور کام کی نوعیت میں کوئی مماثلت نہیں مثلاً انسانی ہاتھ میں قلم وغیرہ کو خاص انداز میں پکڑنے کی صلاحیت ہے۔ یہ صلاحیت پرندے یا چمگادڑ کے پر (WING) وہیل کے فلپر، گھوڑے کے سم، مچھلی کے فن یا چھپکلی وغیرہ کے اگلے یا پچھلے پاؤں میں ہرگز موجود نہیں۔ یہی نہیں انسانی ہاتھ سے قریبی مشابہت رکھنے والا چمپنزی یا گوریلا کا ہے۔ جس طرح انسان انگوٹھے، شہادت کی انگلی اور درمیانی انگلی کی مدد سے قلم پکڑتا ہے، اس انداز میں چمپنزی یا گوریلا سدھانے کے باوجود نہیں پکڑ سکتا۔ اسی طرح پرندے کے بازو اڑنے کے لئے مخصوص ہیں۔ ان کے مقابلے میں انسان، گھوڑا، چھپکلی یا وہیل میں ہوا میں اڑنے کا تصور بھی نہیں کر سکتے کیونکہ پرندوں کے بازو کی ہڈیاں اور باقی ہڈیاں اندر سے کھوکھلی

ہوتی ہیں جبکہ دوسروں کے ساتھ ایسا نہیں۔گھوڑے کے سم اس انداز میں تخلیق کئے گئے ہیں کہ اسے دوڑنے میں آسانی ہواور دوڑتے ہوئے تلوے پہ بھی چوٹ نہ لگے۔کیا انسان چھپکلی یا پرندے ،زمین کی سطح پر گھوڑے کی طرح تیز دوڑ سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں ۔ وہیل کا فلپر پانی میں تیرنے کے لئے مخصوص ہے، ان فلپرز کی مدد سے وہ سمندر میں میلوں کا سفر مسلسل تیر کے طے کرلیتی ہے ۔کیاانسان غوطہ خوری کا لباس پہننے کے باوجود یا آبی پرندے مثلاً بطخ وغیرہ مسلسل تیرتے ہوئے اس طرح میلوں کا سفر طے کر سکتے ہیں؟۔

جب کوئی سلیم العقل شخص ان حقایق پر غور کرتا ہے تو اس پر یہ حقیقت چھپی نہیں رہ سکتی کہ مذکورہ بالا اعضاء کو مماثل قرار دے کر دھوکہ دیا جاتا ہے تا کہ ڈارون کا یہ مفروضہ تسلیم کرلیا جائے کہ تمام فقاریہ جانور بشمول انسان ایک ہی باپ کی اولاد ہیں۔ بالفاظ دیگر انسان، پرندے ،ممالیہ جانور، رینگنے والے جانور، جل تھلے اور مچھلیاں سب ایک ہی جد اعلی سے ارتقاء پذیر ہونے کی وجہ سے ایک امۃ ہیں۔ اگر مذکورہ اعضاء میں تھوڑی سی مشابہت موجود بھی ہے تب بھی ان اعضاء کے حاملین کو ایک امۃ قرار دینا عصر حاضر کی تمام تحقیقات کی نفی کرنے کے مترادف ہے۔ہم اپنے اس دعویٰ کے دلائل رکازات، کروموسومز اور جینوم کے ضمن میں بیان کر چکے ہیں جن کو یہاں دہرانے کی چنداں ضرورت نہیں۔

ڈارون کا مذکورہ دعویٰ کہ سب جانور اور انسان ایک امۃ ہیں۔قرآن کے تصور امۃ کے قطعی منافی ہے قرآن نے جانوروں کی امتوں کو انسانی امۃ سے تشبیہ دی ہے ’’امم امثالکم ‘‘ کی ترکیب ہمارے اس دعویٰ کے لئے کافی وشافی ہے جانوروں کے گروہوں کے لئے عرب محاورہ میں مستعمل لفظ عَـصَـائِب (واحد عِـصَابَة)عَـصَب (واحد عُصُبَة) ابابیل (اس کا واحد نہیں ہے) اَفْرِقَة (واحد فَرِیق) وغیرہ کی بجائے امم کا خصوصی طور پر استعمال واضح کرتا ہے کہ یہاں صرف جانوروں کے گروہوں کی تقسیم بتلانا مقصود نہیں بلکہ ان کی اصل وابتداء کا تصور واضح کرنا ہے۔جس طرح انسانوں کی ابتداء ایک جوڑے سے ہوئی ہے اسی طرح کی ہر امۃ کی ابتداء ایک جوڑے سے ہوئی۔ جانوروں کی امتوں کو انسانوں کی امۃ سے تشبیہ دینے کی یہی معقول وجہ دکھائی دیتی ہے۔واللہ اعلم بالصواب

بعض دیگر قرآنی آیات سے بھی مذکورہ مفہوم کی تائید ہوتی ہے۔

فاطر السمٰوٰت والارض جعل لکم من انفسکم ازواجا
و من الانعام ازواجا (الشوریٰ11)

ترجمہ: ''وہی آسمانوں اور زمین کو اول بار عدم سے پیدا کرنے والا ہے اس نے تمہارے واسطے خود تمہارے اور جانوروں کے جوڑے پیدا کئے۔''

نیز فرمایا!

سبحٰن الذی خلق الازواج کلھا مماتنبت الارض ومن
انفسھم ومما لایعلمون (یٰسین36)

ترجمہ: ''پاک ہے وہ ذات جس نے سب جوڑے پیدا کئے۔ خواہ وہ زمین سے اگنے والے پودے (کے جوڑے) ہوں یا خود ان کے اپنے (جوڑے) ہوں یا ان چیزوں (کے جوڑے) ہوں جنہیں یہ جانتے تک نہیں۔''

قرآن مجید اور علم جدید (SCIENCE) کی روشنی میں جانداروں کی تخلیق اور عمل تنوع کی حقیقت اب بالکل نکھر کر سامنے آچکی ہے۔ امۃ الناس کی ابتداء جس نمائندہ جوڑے کی تخلیق سے ہوئی وہ دیگر جانداروں کی طرح محض پانی سے پیدا نہیں کیا گیا بلکہ اولا پہلے انسان حضرت آدم علیہ السلام کو پانی سے گوندھی ہوئی خاص مٹی یعنی گارے سے متشکل کیا گیا پھر رب تعالی نے شرف انسانی کو چار چاند لگانے اور نوع انسانی کو تمام مخلوقات پر فضیلت بخشنے کے لئے اپنی جناب سے ان میں روح پھونک کر انہیں زندہ و متحرک بنا دیا یوں ایک جیتا جاگتا، صاحب فہم و عقل اور صاحب زبان انسان معرض وجود میں آیا۔ ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے مختلف مراحل قرآن میں متفرق مقامات پر وارد ہوئے ہیں۔ پیدائش کی ابتدائی حالت کے متعلق فرمایا!

الذی احسن کل شیء خلقه وبدأ خلق الانسان من
طین (السجدۃ7)

ترجمہ: ''اس نے ہر چیز کو بہت اچھی طرح بنایا اور انسان کی پیدائش مٹی سے شروع کی۔''

مذکورہ مٹی کوئی عام سی مٹی نہ تھی بلکہ مٹی کے تمام اجزاء کا خلاصہ تھی۔ جیسا کہ ارشاد ہے!

ولقد خلقنا الانسان من سللٰة من طين (المؤمنون12)

ترجمہ: ''اور ہم نے انسان کو مٹی کے جوہر سے پیدا فرمایا۔''

خاص مٹی کے جوہر میں پانی ملا کے اسے گوندھا گیا جس سے وہ گارے میں تبدیل ہوگئی چنانچہ ارشاد ہے۔

فاستفتهم اهم اشد خلقاً ام من خلقنا انا خلقنٰهم من طين لازبO بل عجبت ويسخرون O (الصٰفٰت11:12)

ترجمہ: ''ان (منکرین حق) سے پوچھو کہ کیا تمہیں پیدا کرنا زیادہ سخت کام ہے یا وہ سب کچھ جو ہم نے پیدا کر دیا۔ ہم نے ان (انسانوں) کو چپکتی ہوئی مٹی گارے سے پیدا کیا۔ آپ کو بھلا لگتا ہے۔ اور یہ (اس حقیقت کا) مذاق اڑا رہے ہیں۔''

گارے سے انسان کی پیدائش عقل کے لئے واقعتاً تعجب انگیز ہے مگر جس رب قدیر نے ساری کائنات کو محض عدم سے پیدا فرمادیا اس کے لئے یہ چنداں مشکل نہیں، اسی طرح گارے سے حضرت آدم علیہ السلام کا قالب مبارک تخلیق کیا گیا۔ یہاں تک کہ یہ قالب کچے گھڑوں کی مانند سوکھ کر بجنے لگا۔ جس میں اللہ تعالی نے اپنی طرف سے روح پھونک دی :۔

خلق الانسان من صلصا ل كالفخّار (الرحمٰن14)

ترجمہ: ''اسی (رب) نے انسان کو ٹھیکرے کی طرح کھنکھناتی مٹی سے بنایا''

واذقال ربك للملٰئكة انى خالق بشرا من صلصال من حما مسنون O واذا سويته و نفخت فيه من روحى فقعوا له سٰجدينO(الحجر28:29)

ترجمہ: ''اور جب تمہارے رب نے ملائکہ سے فرمایا کہ میں خمیر اٹھے ہوئے گارے سے جو سوکھ کر بجنے لگتا ہے، ایک بشر پیدا کرنے والا ہوں تو جب میں اسے پوری طرح بنا دوں اور اس میں اپنی جناب سے روح پھونک دوں تو تم

سب اس کے سامنے سجدہ ریز ہو جانا۔''

یہ بشر یا انسان جس کا مذکورہ بالا آیات میں تذکرہ ہوا ہے ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام ہیں جن کو انتہائی معجزانہ انداز میں بن ماں باپ کے محض مٹی کے جوہر خاص سے پیدا فرمادیا ارشاد ہے

ان مثل عیسی عنداللہ کمثل آدم خلقه من تراب ثم قال له کن فیکون○ الحق من ربك فلاتکن من الممترین○

(آل عمران 59:60)

ترجمہ: ''یقیناً اللہ کے نزدیک عیسی (علیہ السلام) کی مثال آدم (علیہ السلام) جیسی ہے جنہیں اس نے مٹی سے بنایا پھر ان سے فرمایا کہ (زندہ) ہو جا پس وہ (زندہ) ہو گئے۔ یہ بات تمہارے رب کی جانب سے بالکل سچ ہے، تم شک کرنے والوں میں شامل نہ ہو جانا۔''

اہل اسلام کا اجماعی عقیدہ ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام کو بن باپ کے خصوصی طور پر معجزانہ انداز میں تخلیق فرمایا گیا۔ اسی مناسبت سے انہیں حضرت آدم علیہ السلام کی مثل قرار دیا گیا ہے۔ اس حقیقت سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام یک فرد واحد مشخص کا نام گرامی ہے۔ جن کا کوئی باپ نہ تھا۔ کوئی دوسرا انسان یا ''حیوان انسان'' آپ کی خصوصی تخلیق کے وقت موجود نہ تھا۔ چنانچہ آپ ہی ہر اعتبار سے ابوالبشر ہیں، روحانی اعتبار سے بھی اور جسمانی اعتبار سے بھی، اہل السنہ والجماعہ کا ہمیشہ سے یہی عقیدہ چلا آرہا ہے۔ یہ عقیدہ ''عوامی ایجاد'' نہیں بلکہ جمہور مفسرین اور دیگر علمائے اسلامی یہی عقیدہ بیان کرتے آئے ہیں: (10)

حضرت آدم علیہ السلام کی خصوصی تخلیق کے بعد انہی کی جنس سے ان کی زوجہ محترمہ حضرت حوا علیہا السلام کو پیدا فرمایا۔ جیسا کہ ارشاد ہے!

وخلق منها زوجها

ترجمہ: ''اور اسی کی جنس سے اس کی بیوی کو پیدا کیا''

حضرت حوا علیہا السلام کی تخلیق کی تفصیلات قرآن اور صحیح احادیث میں مفقود ہیں۔ البتہ صحیح احادیث میں اتنا اشارہ ضرور ہے کہ عورت کو پسلی سے پیدا کیا گیا ہے۔ شارحین حدیث کے ہاں

پسلی سے عورت کی تخلیق کے مفہوم میں کافی اختلاف موجود ہے۔عصری تحقیقات کی روشنی میں دیکھا جائے تو عین ممکن ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی پسلی یا پہلو کے کسی ایک خلیہ (CELL) کی نقول تیار کی گئی ہوں اوراس کی کلوننگ (CLONING) سے حضرت حوا پیدا ہوئی ہوں۔صنف تبدیل کرنے کے لئے وائی کروموسوم کی تحذیف (DELETION) اور ایکس کروموسوم کا اضعاف (DUPLICATION) چنداں بعید نہیں(واللہ اعلم بالصواب ویخلق مایشاء)

غرضیکہ حضرت آدم وحوا علیہا السلام دونوں کی تخلیق عام قاعدہ تزویج سے نہیں بلکہ بن ماں باپ کے ہوئی۔حضرت آدم علیہ السلام ابوالبشر(سب انسانوں کے باپ)اور حضرت حوا علیہا السلام ام البشر (سب انسانوں کی ماں)ہیں انسانوں کا وائی کروموسوم ثابت کرتا ہے کہ سب انسانوں کا باپ ایک ہی تھا اسی طرح سب انسانوں کا مائٹوکونڈریل ڈی این اے (MITOCHONDRIAL DNA) ثابت کرتا ہے کہ سب انسانوں کی ماں ایک ہی تھی، حیاتیات (BIOLOGY) کے شعبہ سے منسلک ماہرین مذکورہ حقائق سے بخوبی واقف ہیں۔

قرآن وحدیث کے متفقہ عقیدہ تخلیق کے برعکس ڈارون اوراس کے متبعین کا فرضی تخیل ہے کہ بندروں جیسے کسی ممالیہ جانو میں عمل تنوع واقع ہونے کی وجہ سے بوزنے (APES) اور اولین وحشی انسان آسٹریلوپتھیکس(AUSTRALOPITHECUS) ظہور پذیر ہوئے اسی حیوان نما انسان یعنی آسٹریلوپتھیکس میں ترقی ہوئی تو ہوموہیبلس (HOMO HABILIS) نامی انسان وجود میں آئے۔پھراس نوع میں اورترقی کے نتیجہ میں اولین سیدھے چلنے والے وحشی انسان ہوموارایکٹس (H. ERECTUS) زمین پر نمودار ہوئے۔انہی وحشی انسانوں نے ترقی کر کے درجہ بدرجہ موجودہ انسانوں کی شکل اختیار کرلی۔

''ارتقاء اکبر'' کے اس آخری درجہ کے متعلق گھڑے گئے سارے خاکے اور قصے نہایت نامعقول اوراحمقانہ ہیں۔یہ سارے قصے اورمفروضے نامکمل ڈھانچوں اور ہڈیوں کے چند ٹکڑوں کی بنیاد پر گھڑے گئے ہیں۔ان فرضی خاکوں میں رنگ بھرنے اور چمک دمک پیدا کرنے کا سارا کام الحاد پرستوں کے ملحدانہ تخیلات نے سرانجام دیا ہے۔ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ جن قدیم ترین ڈھانچوں کو انسانی ڈھانچے قرار دیا جارہا ہے وہ درحقیقت قدیم بوزنوں ہی کی بعض

انواع سے تعلق رکھتے ہیں جو موجودہ بوزنوں کی نسبت زیادہ سیدھا کھڑے ہو سکتے تھے۔ ان ڈھانچوں کے غیر انسانی ہونے کی یہ دلیل ہے کہ قرآن مقدس میں قوم عاد کا بیان اور احادیث صحیحہ میں حضرت آدم علیہ السلام کا قد 60 ذراع (تقریبا 90 فٹ) ہونے کا ناقابل تردید بیان ثابت کرتا ہے کہ قدیم ترین انسان نہایت بلند قامت اور قوی الجثہ تھے۔ جس کی عصری شہادت کرومینن انسان (CROMAGNON) یعنی ہوموسیپی انزنیدرتھیلنسز (HOMO SAPIENS NEADERTHELENSIS) کے عظیم الجثہ ڈھانچے ہیں جن میں سے بعض کی دماغی وسعت 1800 سی سی تک پہنچ چکی ہے جبکہ موجودہ انسانوں کی اوسط دماغی وسعت صرف 1450 سی سی ہے۔

ان انسانی ڈھانچوں کے برعکس HOMO SAPIENS کے سوا ہومی نیڈی (HOMINIDAE) خاندان کی باقی تمام انواع کی اوسط دماغی وسعت محض 600 سی سی ہے۔ یہ دماغی وسعت انسان کے مقابلے میں گوریلا (GORIALLA) کے زیادہ مشابہ ہے جس کی اوسط دماغی وسعت 510 سی سی ہے۔ لہٰذا ہومی نیڈی خاندان کی تمام انواع سوائے HOMO SAPIENS کے، درحقیقت قدیم بوزنوں کی انواع ہیں انسانوں کی نہیں۔

مندرجہ بالا سطور میں بوزنوں اور انسانوں کے مابین صرف دماغی وسعت کا موازنہ کیا گیا ہے جو تنہا انہیں جدا جدا امة ثابت کرنے کے لئے کافی ہے تاہم ان کے مابین جسمانی نقوش و بناوٹ کا جس انداز سے بھی موازنہ کیا جائے، انہیں ایک ہی جد اعلیٰ کی اولاد قرار نہیں دیا جا سکتا۔ یہی نہیں بلکہ وہ اصل امتیازات جن کی وجہ سے حضرت انسان کو باقی تمام مخلوقات حتیٰ کہ ملائکہ پر بھی فوقیت حاصل ہے، ان میں بوزنوں کو ذرا بھی ساجھا نہیں۔ انبیاء میں وحی الٰہی کو وصول کرنے اور سمجھنے کی صلاحیت، من حیث النوع تمام انسانوں میں مرتب الفاظ کی صورت میں اپنے تخیلات اور مافی الضمیر کو بیان کرنے کی غیر معمولی صلاحیت، سپر کمپیوٹر کو تخلیق کرنے اور اسے مات کر دینے والی بے مثل ذہانت، ہاتھوں کے انگوٹھوں کی مدد سے گرفت (GRIP) کرنے کی صلاحیت، فطری حیا مثلاً شہوت کی صورت میں ماں، بہن، بیٹی، اور بیوی میں تمیز کرنے کا جذبہ وعادت اور دیگر تمام مکارم اخلاق جو فی الواقعہ انسانوں میں پائے جاتے ہیں۔ تمام بڑے دماغ

والے میملز میں ہی نہیں بلکہ تمام جانوروں میں مفقود ہیں۔ پس نفخ روح ربانی کے باوجود ہم کیسے مان لیں کہ انسان ایک حیوان محض ہے اور بس۔

ہم ببانگ دہل کہتے ہیں کہ جس طرح حیوانات، نباتات کے ساتھ بہت سی مشابہتیں رکھنے کے باوجود نباتات میں شمار نہیں کئے جاتے اسی طرح انسان کی جانوروں کے ساتھ چند مشابہتوں کی بناء پر اسے جانور قرار دے کر عالم حیوانات (KINGDOM ANIMILIA) کا ایک ادنی فرد قرار نہیں دیا جاسکتا۔ بلکہ یہ مروجہ تقسیم سراسر لغو اور حیاتیاتی حقائق کی نفی کرتی ہے۔ لہٰذا ہم مذہبی تعصب کی بناء پر نہیں بلکہ حیاتیاتی حقائق کی برتری کے لئے مروجہ انسانی درجہ بندی (CLASSIFICATION) کو تسلیم نہیں کرتے بلکہ ماہرین حیاتیات کو مشورہ دیتے ہیں کہ وہ عالم نباتات (KINGDOM PLANTA) اور عالم حیوانات (KINGDOM ANIMALIA) کے متوازی تیسرا گروہ عالم انسانیہ (KINGDOM ANTHROPIA) کا وجود تسلیم کرتے ہوئے عالمی سطح پر اس کی تنفیذ کو یقینی بنائیں۔ رہے اہل اسلام اور علمائے یہودیت وعیسائیت تو ان کے لئے اس حقیقت کو تسلیم کرنے اور اس کی تشہیر کرنے میں کوئی امر مانع نہیں۔

10۔ مجموع فتاویٰ ابن تیمیہؒ جلد 17 صفحہ 259,267 جلد 16 صفحہ 261

کیوں فرمانِ عزیز کو بھول گئے ہو۔اے لوگو!

محمد رشید عمر

اللہ رب العزت کا فرمان عزیز ہے: ان الشیطان لکم عدو فاتخذوہ عدوا (فاطر۔6) ’’بے شک شیطان تمہارا دشمن ہے اسے بطور دشمن سمجھ لو، پکڑلو، گرفتار کردو، جکڑ دو، یہ اس آیت مبارکہ کی ترجمانی ہے۔سورۃ بقرہ آیات 168 اور 208 اور انعام 142 تین مقامات پر ایک ہی حکم بغیر کسی حرف کے فرق کے ساتھ فرمایا!

ولا تتبعوا خطوٰت الشیطان انه لکم عدو مبین۔

ترجمہ: ’’(اے لوگو!) شیطان کے نقوشِ پا کی پیروی نہ کرو۔ بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے‘‘

قرآن مجید میں متعدد مقامات پر شیطان کی انسان دشمنی کو بیان کیا گیا ہے۔سورۃ بقرہ میں آدمِ اول پر اس کے پہلے حملے کا ذکر ہے جس کی تفصیل سورۃ طٰہٰ آیت 120 میں بیان کی گئی ہے

’’فوسوس الیه الشیطان قال یآدم هل ادلك علی شجرة الخلد و ملك لا یبلی۔

ترجمہ: ’’پھر شیطان نے اس کے جی میں ڈالا کہا اے آدم کیا میں تجھ کو سدا زندہ رہنے کا درخت اور نہ ختم ہونے والی بادشاہت کے متعلق نہ بتاؤں۔‘‘

پہلے ہی حملے میں جنت کا لباس اتروا کر جنت خلد سے باہر نکلوا دیا۔

سورۃ حجر میں اللہ کے حضور اس نے چیلنج کیا ’’میں بھی ان سب کو زمین میں بہاریں دکھلاؤں گا۔اور ان سب کو راہ سے گم راہ کردوں گا‘‘ (آیت 40)۔

سورۃ اسرا۔62 میں اس کا چیلنج ان الفاظ میں ذکر ہوا ہے۔ ''اگر تو مہلت دے مجھے روز قیامت تک تو جڑ سے اکھاڑ پھینکوں گا اس کی اولاد کو سوائے قلیل تعداد کے (کم لوگ میرے وار سے بچ پائیں گے)'' سورۃ ص 82 میں اللہ کی عزت کی قسم اٹھا کر کہا۔ ''تیری عزت کی قسم میں ان سب کو گمراہ کردوں گا'' قرآن مجید جس کے حقائق کو جانتے ہوئے، مانتے ہوئے اور عملی طور پر آزماتے ہوئے صدیاں بیت رہی ہیں۔ آج انہی حقائق سے آنکھیں چرا کر انسان شیطان کو دوست بنا رہا ہے۔ جس نے اس کے ایمان اور اعتقاد کی بنیادوں کو کھوکھلا کر دیا ہے۔ پہلا حملہ ایمان باللہ پر کیا اور ود، سواع، یغوث، یعوق اور نصر جو قوم نوح علیہ السلام کے صالح افراد تھے۔ لوگوں کی نظروں میں ان کو معبود بنا دیا۔ اور اس اعتقاد میں اتنا پختہ کر دیا کہ ساڑھے نو سو سال کی تبلیغ کی محنت بھی ان کو سنوار نہیں سکی۔ یہاں تک کہ باری تعالیٰ نے تمام مشرکین کو غرقِ آب کر دیا اور حضرت نوح علیہ السلام پر ایمان لانے والے تھوڑے انسانوں سے دنیا کو نئے سرے سے آباد فرمایا۔ اسی لئے حضرت نوح علیہ السلام کو آدم ثانی کہا جاتا ہے۔

دوسرا حملہ ایمان بالآخرت پر کیا۔ لوگ سرے سے ہی اللہ اور آخرت کو بھول گئے اور کہنے لگے!

> وقالوا ما ھی الا حیاتنا الدنیا نموت و نحیا وما یھلکنا الاالدھر ۔(جاثیہ 24)
>
> ترجمہ: ''اور کہتے ہیں اور کچھ نہیں بس یہی ہے ہمارا دنیا کا جینا اور مرنا اور نہیں مارتا ہمیں مگر زمانہ''

تیسرا حملہ ایمان بالرسالت پر کیا۔ رسالت کے پیغام کو پس پشت ڈال کر مختلف انبیاء علیہم السلام کی امتیں مختلف گروہوں میں بٹ گئیں کوئی عیسائی بن گیا اور کوئی یہودی۔ اور آپس میں قتل و غارت کا بازار گرم کر دیا۔ جب نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھے ہونے کی دعوت دی تو بجائے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن رحمت میں پناہ لینے کے سب مل کر یعنی مشرکین، یہودی اور عیسائی مسلمانوں کے خلاف صف آرا ہو گئے۔ اسلام نے ان سب کو ایسا مغلوب کیا کہ صدیوں تک سر نہیں اٹھا سکے۔ لیکن آج مسلمان زوال کا شکار ہو چکے ہیں۔ چنانچہ

شیطان جس کی چالوں کا شکار ہو کر رحمت خداوندی سے محروم ہوئے تھے۔اس محرومی کو پکا کرنے کیلئے شیطان نے غیر مسلموں کے دلوں میں دشمنی کی آگ کو اور بڑھا دیا۔آج پورا عالم کفر ایسے کارخانوں میں تبدیل ہو چکا ہے۔ جہاں سے انسانی گمراہی کا سامان دھڑا دھڑ بن کر پوری دنیا میں تقسیم ہو رہا ہے اور مسلمانوں کا معاشرہ زوال کا شکار ہو کر ان کے بہت بڑے گاہک کی شکل اختیار کر چکا ہے۔ وہ بے دریغ ان کے مادی وسائل کو اور سرمایہ حیات اخروی کو لوٹ رہے ہیں۔ شیطان انسانی کمزوریوں کو خوب سمجھتا ہے اور اشتہائے نفس کو بڑھکانے کا سامان فراہم کرتا ہے۔ پیٹ کی آگ کو بجھانے کیلئے کوک۔ بروسٹ اور برگر کلچر کو فروغ دیتا ہے۔ اشتہائے جنس کو بڑھکانے کیلئے بولتی ہوئی متحرک تصویروں کی صنعت کو اتنا فروغ دے دیا ہے کہ لوگ اس کو ضرورت سمجھنے لگے ہیں ناگزیر معاشرتی ضرورت بن گیا ہے اس کا استعمال آج کون سی آنکھ اور کونسا کان ہوگا جس میں سے داخل ہو کر یہ فتنہ دل پر حملہ آور نہ ہوا ہوگا اسی کے اثرات ہیں۔کہ آج اسلامی معاشرہ جان مال اور غیرت کے تحفظ سے عاری امانت ،دیانت، راست بازی، وفاداری ،قول و فعل کی پختگی شہادت حق کی طاقت اور شرم وحیا کی شدید قلت کا شکار ہے معاشرہ کی گود اعاظم الرجال کی موجودگی سے خالی نظر آتی ہے اور تنزل کی رفتار اتنی تیز ہوگئی ہے کہ سمجھ نہیں آتی کہ اصلاح معاشرہ کا کام کہاں سے شروع کیا جائے۔

شیطانی چالوں کا شکار ہو کر ہم تفرقہ کا ایسا شکار ہوئے ہیں ہماری کئی مساجد کی تعمیر کا محرک اکثر و بیشتر باہمی تفرقہ ہے۔شیطان کی چالیں ہیں کہ اس نے دین کے نام پر ایسے کاموں میں لگا دیا ہے اور ان کاموں کے ایسے گمراہ کن نام رکھوا دیئے ہیں کہ محض ناموں پر غور کرنے سے ان کے مضر اثرات سمجھ آجاتے ہیں مراد اس سے ختم قرآن یا بزرگان دین کے نام پر ختم کی مجالس کا انعقاد ہے ختم قرآن کی مجلس کے انعقاد کے اعلان پر غور کیجئے اس نام پر باقاعدہ تشہیری مہم چلائی جاتی ہے اور دور ونزدیک سے لوگوں کو اس میں شمولت کے لئے باقاعدہ مدعو کیا جاتا ہے بیان ہوتا ہے اور قرآن ختم کرنے کی خوشی میں کھانا تقسیم ہوتا ہے کہ آج ہم نے قرآن ختم کرنے کی سعادت حاصل کی ہے غور کیجئے کتنی گمراہ کن بات ہے جو ہم کر رہے ہیں کیا ہم نے قرآن کو ختم کر دیا۔بس اس کو پڑھنے کے لئے جو ہم نے محنت کی تھی آج وہ ختم ہوگئی اس کے بعد ہمیں اس سے کوئی سروکار

نہیں۔آپ بجا طور پر کہیں گے کہ نہیں اس کا یہ مطلب تو ہرگز نہیں ہے لیکن آپ غور کریں گے تو زمینی حقیقت یہی سامنے آئے گی کہ ہم بس ختم قرآن کی مجلس میں شرکت کر کے قرآن مجید کے حقوق سے غافل ہو گئے اس کی کیا تعلیمات ہیں کیا تقاضے ہیں۔اس کے لئے ہم نے اس محفل میں کوئی منصوبہ بندی نہیں کی۔ہم نے کوئی ترتیب نہیں بنائی۔کہ آئندہ محفل ختم قرآن میں جائزہ لیں گے کہ ہم نے اس پر کتنا عمل کیا اور کتنا اس کو آگے پہنچایا۔زیادہ سے زیادہ ہم اگلے دوبارہ ختم قرآن کی یادتازہ کرنے کی تیاری شروع کر دیتے ہیں۔آپ پھر اختلاف کریں گے لیکن پھر آپ کی خدمت میں گزارش ہوگی کہ عملی صورت اس سے مختلف نہیں۔اسی طرح بزرگوں کے نام پر ختم کی مجالس کا کیا مطلب ہے یہی نا کہ ہم ایک دن مقرر کرتے ہیں اور اعلان کرتے ہیں کہ مہینہ کی فلاں تاریخ کو فلاں بزرگ کا ختم ہوگا۔غور کیا آپ نے ہم نادانستہ طور پر شیطان کا کس طرح شکار ہو رہے ہیں۔کوئی بزرگ ہو یا کوئی چھوٹا ہو۔ہم اسے ختم نہیں کرتے اور نہ کر سکتے ہیں۔جن کو اللہ نے عزت دی اور ان کے نام کو لوگوں کے دلوں میں زندہ رکھا۔ہماری کیا مجال کہ ہم ان کی عزت کو ختم کر سکیں۔جبکہ ہم ان کے ختم کی مجالس منعقد کرتے ہیں۔آپ کہہ سکتے ہیں یہ بات بھی غلط ہے یہ مجالس تو ایصال ثواب کے لئے منعقد کی جاتی ہیں۔اس کے لئے عرض ہے آپ کس چیز کا ثواب ان کو بھیج رہے ہیں کیا میں اور آپ اس حیثیت میں ہیں کہ ان کو ثواب بھیج سکیں۔ہمارے پاس کیا اختیار اور ذریعہ ہے ہمارے اعمال کا ثواب یا گناہ اس کے ہم خود ذمہ دار ہیں کوئی دوسرا کیسے ہو سکتا ہے اور پھر خصوصاً اس حال میں کہ ہمارے اعمال میں ان کو کوئی عمل دخل حاصل نہ ہو نہ ہم نے ان کی تعلیمات پر عمل کیا ہو نہ ان کے طریقے پر چلے ہوں نہ یہ جاننے کی کوشش کی کہ انہوں نے زندگی کس مقصد کے لئے گزاری وہ کیا ورثہ چھوڑ گئے۔کن کاموں کے کرنے کا حکم دے کر گئے ہمارے اعمال کے پیچھے ان میں سے کوئی چیز بھی محرک نہ ہو تو ہمارے اعمال کا ثواب ان کو کیسے پہنچ سکتا ہے ہاں اگر دین پر چلنے کیلئے ہم نے ان کی تعلیمات پر عمل کیا ہوگا ہمارے اعمال ان کیلئے صدقہ جاریہ ہوں گے۔جن کا ثواب پہنچانے کا بندوبست اللہ تعالیٰ خود فرما دیں گے۔ہمیں کسی خاص دن ان کو ختم کرنے کی مجلس منعقد کرنے کی ضرورت نہ ہوگی۔ختم قرآن کا ہو یا بزرگوں کا مسلمان پاکستان اس بارے میں شیطان کے اس طرح جھانسے میں آئے ہوئے ہیں کہ اس کی بنیاد پر ایک کلچر وجود

میں آ چکا ہے۔اوران مجالس کے انعقاد کے نام پرایک گروہ پاکستان میں بسنے والی امت مسلمہ سے کٹ کرعضوِ معطل بن چکا ہے۔جوامت مسلمہ کی اصلاح اورتعمیر میں مثبت رول ادا کرنے کی بجائے انہی محافل کا اسیر ہوکررہ گیا ہے۔

حضرات اول الذکرفتنہ کی ہمہ گیریت کا حال یہ ہے کہ کوئی گھراورمعاشرے کا کوئی فرد اس کی دسترس سے باہرنہیں ہے۔فرمان نبوی کے مطابق جس طرح شیطان انسان کے جسم میں خون کی طرح دوڑتا ہے اسی طرح شیطان کا پھیلایا ہوا بولتی ہوئی تصویروں کا فتنہ معاشرہ کی رگ رگ میں سرایت کرچکا ہے۔اس کا علاج فرمان رسول کے مطابق صرف آیت ہے۔کہ قرآن مجید کوانسان اپنے دل میں اتارے۔اگرقرآن دل میں ہوگا۔تو فتنہ چاہے جتنا شدید ہوگا۔انسان کا کچھ بگاڑنہیں سکے گا۔اس کے لئے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ان عبادی لیس لك علیهم سلطان و كفٰی بربك وكيلا۔

(الاسراء۔65)

ترجمہ:''بے شک میرے بندوں پہ تمہیں(شیطان کو)کوئی اختیارنہیں۔تیرا رب کارساز کافی ہے''

اس طرح ختم کی مجالس کا رواج پورے معاشرے میں جس طرح پھیلا ہوا ہےاورلوگ اس کوجانتے ہیں ان مجالس کومعاشرہ میں تازہ روح پھونکنے کا ذریعہ بنا سکتے ہیں۔جب ان مجالس کا انعقادختم کی مجالس کی بجائے ان کا نام اس طرح رکھیں مثلاً: مورخہ ______ مدرسہ ______ میں سال بھرمیں پڑھے جانے والےقرآن مجید کی تعلیمات کوآگے پھیلانے اورعمل پیراہونے کیلئے اتنے بجے کےتجدیدعہد کی مجلس منعقد ہوگی۔آخر پیارے نبی بھی توقرآن مجید کی تعلیمات پرایمان لانے والوں سے بیعت لیا کرتے تھے۔اسی طرح فلاں بزرگ کےختم کی مجلس کے اعلاج کی بجائے یہ اعلان کیا جائے۔کہ فلاں تاریخ کوفلاں بزرگ کی تعلیمات کودہرانے اوران پرعمل پیراہونے کیلئے تجدیدعہد کی مجلس ہوگی ان مجالس میں جائزہ لیا جائے کہ ہم نے ان پرکتنا عمل کیا اورکتنا نہیں کیا اورکمیوں کوپورا کرکےعزم جدید کیا جائے۔

ہمارے دین میں صحیح نام کی کتنی اہمیت ہےاس کا اندازہ اس بات سے لگا سکتے ہیں کہ

ہمارے پیارے نبی ﷺ نے ہمیں اعمال کے کتنے نئے نام دیئے ہیں۔اوران ناموں میں دین کے مقاصد کو پورا کرنیوالے معانی اور مطلب ڈالے ہیں اسی طرح کتنے افراد کے نام نبی کریم ﷺ نے بدلے ہیں اور ایسے نام رکھے ہیں محض نام پر غور کر کے انسان کے دل میں انبساط اور خوشی کی کیفیت پیدا ہو جائے اور وہ اللہ کا شکر ادا کرنے والا بن جائے۔اور شکر ہی تو ہمارے دین کا نچوڑ ہے۔حضرات محترم اگر ہم اللہ رب العزت کے فرمان عزیز کو قلب ونظر میں رکھیں گے تو شیطان کو سمجھ کر اس سے بچاؤ کر سکیں گے۔اللہ تعالیٰ ہمیں شیطان کی چالوں سے بچاؤ کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔(آمین)

حکمتِ بالغہ کے اجراء پر
تہنیتی خطوط

جناب مختار حسین فاروقی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہٗ

حیات وممات کے متعلق مضمون بہت مفید تھا۔شہوات حیوانیہ کی لذاب کے سامانِ ارزاں نے اصل حیات کی چاہت کونظروں سے اوجھل کر دیا ہے۔تذکرہ نعیم الجنہ ۔ولذۃ نظرِ الی وجہ رب العالمین وشوق لقاء ہ حکائت لذیذ کے طور پر سامنے آتا ہی نہیں۔قرآن مجید کے ان مقامات کے درس میں جن میں ان نعمتوں کا ذکر ہوتا ہے۔لوگ اونگھنے لگتے ہیں۔جبکہ فلسفیانہ گفتگوئیں شوق سے سنتے ہیں اور بحث وتمحیص میں حصہ ڈالتے نظر آتے ہیں۔انسانی حیات و ممات کی حقیقت کواہل ایمان کے سامنے لانا اتنا ہی ضروری ہے جتنا اہل کفر کے سامنے ایمان کی دعوت کورکھنا۔اللہ کرے یہ باتیں زبان ردعام ہوجائیں۔

آپ جانتے ہی ہیں کہ املا کی غلطیاں کم علم لوگوں کیلئے مضمون کے ساتھ عدم دلچسپی کا سبب بنتی ہیں۔اس طرف خصوصی توجہ کی ضرورت ہے۔

والسلام مع الاکرام

(محمد رشید عمر) فیصل آباد

محترم فاروقی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔مزاج گرامی!

ماہنامہ ’’حکمت بالغہ‘‘ کا حقیقت انسان نمبر موصول ہوا۔یاد رکھنے کا بہت شکریہ آج

کے مادہ پرستانہ دور کا یہ بہت بڑا المیہ ہے کہ تحقیق وجستجو کے میدان میں جتنی ترقی ہو رہی ہے انسان اپنی حقیقت سے اسی نسبت سے زیادہ غافل ہوتا جا رہا ہے اور انسانی خودی یا روحِ ربانی جن مادی غلافوں میں مستور ہے آج کے جاری ملحدانہ تصورات ونظریات کی روشنی میں ان ہی کو اصل منزل سمجھ کر حاصل کرنے کی جدوجہد عروج پر نظر آتی ہے۔ مغرب کے ان خودساختہ نظریات وتصورات نے اسلامی دنیا اور مسلمانوں کو جس برے طریقے سے اپنی گرفت میں لے لیا ہے اس کا تقاضہ ہے کہ اتنے ہی زور سے ایک ایسی تحریک برپا کی جائے جو انسان کی اصل حقیقت، اس کے تقاضے اور انسان کے اس کے خالق کے ساتھ تعلق کو دورِ حاضر کی اعلیٰ علمی سطح پر پیش کر سکے۔ یعنی علامہ اقبال اور ڈاکٹر رفیع الدین کے مشن کو آگے بڑھا سکے۔

حقیقت انسان نمبر کے بعد جب بھی ممکن ہو ''معرفت رب'' نمبر بھی جلد شائع ہونا چاہئے۔ پرچہ بھجوانے پر ایک مرتبہ پھر آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

فقط والسلام مع الاکرام

(عبدالرزاق) لاہور

روزنامہ نوائے وقت لاہور میں حکمت بالغہ کے

حقیقت انسان نمبر پر شائع ہونے والا تبصرہ

حکمتِ بالغہ مدیر: انجینئر مختار فاروقی

زیرِ تبصرہ مجلّے کے اجراء کا بنیادی مقصد بنی نوع انسان خصوصاً مسلم امہ کو یہ باور کرانا ہے کہ انسان اشرف المخلوقات اور زمین پر اللہ تعالیٰ کا نائب ہے۔ انسانیت کا تقاضا یہی ہے کہ جدید ترقی کے ساتھ ساتھ اخلاقی اقدار، محبت، رواداری اور امن کو فروغ دیا جائے اور انسانی معاشرت میں عملاً انسان کے اشرف المخلوقات ہونے کا ثبوت خاص و عام کو نظر آئے۔ مغرب اپنی ماضی کی تہذیبوں کے مقابلے میں اخلاقی اعتبار سے کہیں زیادہ گراوٹ میں مبتلا ہے اور مغربی معاشرہ مادر پدر آزادی کے غیر اخلاقی رویہ کی وجہ سے توڑ پھوڑ کا شکار ہے۔ مغربی معاشرت کی کوئی منزل نہیں بلکہ یہ تباہی کے دہانے پر ہے۔ مسلم دنیا اور مغرب کے اطوار کا تقابلی جائزہ لیتے ہوئے امت مسلمہ کو اس کی اصل منزل یعنی دنیا میں نیکی کا فروغ، اللہ تعالیٰ کی بندگی، آخرت پر حقیقی ایمان، یعنی روزِ محشر رب کے حضور جوابدہی کا خوف اور اپنے نفس کے تابع ہو کر لالچ، لوٹ کھسوٹ اور ظلم سے اجتناب کرنے کی تلقین کی گئی ہے اس طرح کے تبلیغی مجلّے کی ہر دور میں ضرورت رہی ہے اور رہے گی تاکہ مغرب کی اندھا دھند تقلید میں نفس کی غلامی کرتے ہوئے شر و حیا کو خیرآباد کہنے کا رجحان فروغ نہ پا سکے۔ حکیم الامت علامہ اقبالؒ کے فرمودات اور قرآن و حدیث کی تعلیمات کی روشنی میں حقیقی انسان یعنی مردِ مومن کی صفات بیان کرتے ہوئے دینی اور دنیوی فیوض و برکات کے حصول کی تلقین کی گئی ہے۔ اس مجلّے کے مدیر، معاونین اور قلمی تعاون کرنے والے مبارکباد کے مستحق ہیں کہ عصرِ حاضر کے تقاضوں کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے مسلمانوں کی صحیح سمت میں رہنمائی کر رہے ہیں۔ یہ مجلّہ -/50 روپے میں گورنمنٹ ایمپلائز کوآپریٹو سوسائٹی لالہ زار کالونی نمبر 2 جھنگ سے دستیاب ہے۔

(روزنامہ نوائے وقت: جمعہ 24 ذوالحج 1428ھ، 4 جنوری 2008ء)

محترم جناب فاروقی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

پاکستان میں بے شمار دینی رسائل وجرائد مسلمانوں کی رہنمائی کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔ انہی میں سے جھنگ کی دھرتی سے شائع ہونے والا رسالہ ''حکمت بالغہ'' ہے جس کی ادارت اور سرپرستی جناب مختار حسین فاروقی صاحب فرما رہے ہیں۔ فاروقی صاحب سے احقر کا تعلق تقریباً ایک عشرہ سے زیادہ عرصہ پر محیط ہے میں نے اس عرصہ میں جناب فاروقی صاحب کو مخلص، مستغنی المزاج، پریکٹیکل مسلمان اور امت مسلمہ کا درد رکھنے والا انسان پایا ہے ان کا باطن ان کے ظاہر سے بھی پاک ہے۔

میں حکمت بالغہ کا قاری ہوں اور اس جہالت وضلالت، فحاشی، بے دینی اور اخلاقی بے راہ روی کے دور میں حکمت بالغہ اپنی نوعیت کا بے مثال دینی اور مذہبی رسالہ ہے۔ اس کا ایک ایک مضمون معیاری اور منفرد ہے'' حکمت بالغہ'' کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ اس کی تحریریں میں الفاظ اور بیان کی سادگی عام قاری کو اپنی طرف متوجہ کر دیتی ہے اور یہ رسالہ تفرقہ پرستی اور مسلک پرستی سے بالکل پاک اور لاتعلقی میں اپنی مثال آپ ہے۔

''حکمت بالغہ'' کا حقیقت انسان نمبر دسمبر 07ء کا بڑے ذوق وشوق سے بغور مطالعہ کیا اس کے مضامین میں انسانیت کی حقیقت کو اجاگر کرنے میں گلہائے رنگا رنگ معلوماتی تحریرات سے سجا اور بھرا ہوا ہے۔ رسالہ کی جاذبیت اور مضامین کا انتخاب دیکھ کر دل سے دعا نکلتی ہے کہ اللہ رسالے کے منتظمین کے ہاتھوں یہ خدمت اور کاوش، ہمیشہ جاری وساری رکھے۔ آج کے پرفتن دور میں جبکہ ہر شخص مصروف اور کار جہاں میں الجھا ہوا ہے یہ رسالہ تقویٰ اور پرہیزگاری کا سامان مہیا کرتا ہے۔

قرآن اکیڈمی کے زیر اہتمام اشاعت قرآن اور ماہانہ و ہفتہ وار دروس قرآن کے

حوالے سے بھی شہر کے مختلف مقامات پر بے لوث اور مخلصانہ کاوش اہتمام کے ساتھ ہو رہی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ان دروس قرآن کے ذریعہ دوسرے خیر کے کاموں کی طرح عوام وخواص کے اندر دینی اعمال کی اہمیت اجاگر کرنے میں خوب کام لے رہے ہیں۔اسی طرح مدرسۃ البنات جھنگ شہر میں ہر ماہ کے دوسرے ہفتہ والے دن تین سال سے اہتمام کے ساتھ درس قرآن جاری و ساری ہے جس کے لئے شرکاء اور سامعین ہر ماہ شدت سے منتظر رہتے ہیں۔علوم قرآن کی جھنگ کی پیاسی دھرتی میں قرآن اکیڈمی کا قیام خصوصاً نوجوان نسل کی دینی تربیت کے لئے ایک بڑا مبارک اور یادگار قدم ہے اللہ تعالیٰ ان کی تحریک رجوع الی القرآن کے سلسلے کی عظیم کاوش قبول فرمائے۔

خطیب اعلیٰ (ر) آرمی
فضل الرحمٰن عرفانی
خطیب جامع مسجد کمالیہ شوگر ملز کمالیہ

ڈی این اے ـــــ تخلیق الٰہی کا کرشمہ

انجم اقبال

ڈی این اے(DNA) کی معلومات تک پہنچنا سائنس کی تاریخ کا بڑا اہم سنگ میل ہے۔ مادے پر مبنی کائنات کی تعبیر جو جدید دور کا بڑا اہم حصہ بن گئی تھی، اب جدید دور کے بعد، ما بعد الجدیدیا(POST MODERN) دور میں خود سائنس کے ذریعے اپنے اختتام کو پہنچ رہی ہے۔ انجام کار وہ سائنس جو خدا کی منکر ہوگئی تھی اب خدا کا اقرار کیا چاہتی ہے۔ دنیائے سائنس نے مان لیا ہے کہ چارلس ڈاروَن کے تصور ارتقا نے انسانیت کے 150 سال خراب کئے ہیں۔ اس تصور کے تحت بے جان ایٹموں(ATOMS) نے کسی مبہم طریقے سے اپنے آپ کو اس طرح استوار کرلیا کہ وقت گزرتے یہ ایٹم زندگی کی متعدد قسموں کو اختیار کرتے گئے اور جان دار شکلیں دھارتے گئے اور آخرکار بندر کی شکل سے گزرتے ہوئے انسان کے وجود کا باعث ہوگئے۔ قدیم ترین تہذیبوں، یونان میں سقراط سے پہلے اور مصر اور بابی لون میں بھی انسانوں کی زندگی کو تغیر پذیر توہم پرستانہ منزلوں(STAGES) میں تقسیم کیا گیا تھا۔

اس سے پہلے کہ ڈی این اے کی تفصیل بتائی جائے کہ اس دریافت نے کس طرح خدا کے قریب ہونے کا راستہ ہموار کیا ہے، ہم یہ بتاتے چلیں کہ 19 ویں صدی میں تین بڑی طاقتور آوازیں گونجتی رہی ہیں جس میں سے ہر آواز کے لاکھوں پیروکار پیدا ہوئے۔ ان میں سے ایک آواز کارل مارکس کی تھی جس نے تمام دنیا کے محنت کشوں اور کاری گروں کو یک جہتی کا پیغام دیا۔ اس کے تصورات اتنے جامع قرار پائے کہ تاریخ، معاشیات مالیات، سیاست اور معاشرے کے مکمل احاطے کے ساتھ علم و دانش کی بے اندازہ شقوں کو متاثر کر گئے۔ یہ انقلاب برپا کرنے اور اپنی دنیا آپ تبدیل کرنے والے خیالات تھے جو اپنی ابتدائی شکل میں 1948ء میں اشتراکی منشور(COMMUNIST MANIFESTO) کی شکل میں سامنے آئے۔ یہ مادہ پرست پس منظر میں صرف دولت کی تقسیم پر سماج کی تعمیر کا وہ خواب تھا جس کی تعبیر روس میں بڑے پیمانے پر آزمائی گئی۔ روئے زمین پر اس تصور کے کروڑوں پیروکار پیدا ہوئے اور اس کی ہم نوائی میں زندگی کی تعبیر پھر سے کی جانے لگی، خداناشناس علمی عنوانات، روشن خیالی، ترقی پسندی، آزادخیالی، عورتوں کے حقوق جیسے سینکڑوں خوب صورت الفاظ تراشے گئے جو عام آدمی کو خوش کرنے اور ایک معیاری انصاف پسند دنیا بنانے کا ولولہ انگیز طوفان تھا جو بڑے بڑوں کو بہالے گیا۔ روس کے

خاتمے کے ساتھ یہ اپنے انجام کو پہنچا۔اس کے تمام ہم نوا اور پیروکار اپنے اپنے ملبوں میں واپس جانے کے راستے تلاش کرنے پر مجبور ہو گئے۔

دوسری آواز فرائڈ کی تھی جو1882ء میں شعور اور تحت الشعور کی بحث کے ساتھ ابھری، اس نے تجربات سے ثابت کیا کہ بھولی ہوئی یادیں اور تجربات تحت الشعور میں محفوظ ہو جاتے ہیں اور ان کو واپس یاد دلایا جا سکتا ہے۔ان تجربات کو کرنے کے لئے اس نے نفسیاتی تجزیے(PSYCHOANALYSIS) کا وہ تجرباتی طریقہ پیش کیا کہ رومانی دنیا کے انسانی ذہن کے لئے لامحدود وسعتوں تک ترقی کر سکنے کے امکانات وا کر دیے۔ یورپ،امریکہ اور دنیا بھر میں نفسیاتی تجزیے کی تجربہ گاہیں کھل گئیں۔فرائڈ کی سب سے زیادہ مشہور تشریح اس کا لبیڈو (LIBIDO) نظریہ تھا جس کے لا تعداد ہم نوا اور بے اندازہ مخالفین بھی سارے عالم میں اٹھ کھڑے ہوئے۔لبیڈو نظریہ کے تحت انسان اپنی تمام نشو و نما میں پیدا ہوتے ہی ماں کا دودھ مانگنے کے وقت سے موت کی آخری ہچکی تک ایک جنسی تسکین کا متمنی رہتا ہے۔جنسی لذت کی کمی اور زیادتی کے تجربات کے تحت ہی انسان کی تمام جسمانی، ذہنی، دماغی، عملی اور دانش مندی کی کار فرمائیاں وجود پاتی ہیں۔اس نظریے کو انسان کے تمام اوامر زندگی پر محیط کرنے کی کوشش عالمی

☆ منقول منہ میں ایسے ہی لکھا ہے شاید یہ تسامح ہے کیونکہ کارل مارکس 1883ء میں فوت ہوا تھا۔

پیمانے پر کی گئی۔ یہ خود پسندی(NARCISSISM) تھی، یعنی وہ نفسی کیفیت جس میں انسان اپنی ہی ذات کو کامل اور خود اپنے ہی عشقِ ذات میں محو رہنا کافی سمجھتا ہے۔اپنی جسمانی لذتوں کے پانے میں گم ہو جانے اور اسی کو مرکز حیات اور مقصد کائنات سمجھنے اور سمجھانے والوں کی ایسی شدید گونج تھی جو مختلف ناموں سے 19ویں صدی میں اٹھی اور پوری 20ویں صدی میں گونجتی رہی اور 21ویں صدی کے آتے آتے غلط اور بے بنیاد ثابت کر دی گئی۔

تیسری آواز ڈارون کی تھی جس نے انسان کو بندر کا رشتے دار بتایا اور فلسفہ ارتقاء کے دیوانے گھر گھر نظر آنے لگے۔

2000ء میں یہ ثابت ہوا کہ جب روشنی کی رفتار کو کئی گنا بڑھایا گیا تو اس تجربے کے

دوران سائنس دان یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ اس تجربے میں تاثیر (EFFECT) اس کے سبب (CAUSE) سے پہلے ہوئی۔ایک اخبار نے لکھا کہ یہ ثابت ہوا ہے کہ کسی سبب سے پہلے اس کی تاثیر کا ہونا ممکن ہے۔اب تک خیال تھا کہ کسی بھی اثر، انجام، نتیجہ یا حاصل کو پانا اس کے سبب، وجہ یا علّت کے ہونے کے بعد ہی ممکن ہے۔یہ تجربہ ثابت کرتا ہے کہ کسی واقعے کی انتہا اس کی ابتداء سے پہلے بھی ممکن ہے۔ دوسرے الفاظ میں یوں کہیں کہ واقعہ خود اپنے آپ میں ایک تخلیق (CREATOIN) ہے۔ یہ کسی دوسرے واقعے کا ردعمل نہیں ہے۔اب تک جو کہا جاتا رہا ہے کہ ہر عمل کا ردعمل ہے یا یہ کہ THERE IS REACTOIN TO EVERY ACTION ، یہ غلط ثابت ہوتا ہے 25 جون 2000ء کو یہ بھی ثابت ہوا کہ ایک قدیم چڑیا کا فوسل (FOSSIL) جو لاکھوں سال بعد دریافت ہوا وہ بھی چڑیا ہی تھا یعنی لاکھوں سال پہلے سے اب تک اس چڑیا میں کوئی ارتقاء (EVOLUTION) نہیں ہوا۔آج کی چڑیا بھی بالکل وہی چڑیا ہے جو لاکھوں سال پہلے تھی۔ابھی 2001ء میں انسانی جینوم (GENOME) پراجیکٹ مکمل ہوا ہے جس میں زندگی کے حیاتیاتی میک اپ (BIOLOGICAL MAKEUP) کا مکمل نقشہ تیار کیا گیا جو اس صدی کا بڑا سائنسی کارنامہ ہے۔اس پراجیکٹ کے نتیجے میں یہ بات اور واضح ہوگئی ہے کہ خدا کی تخلیق جو انسان کی شکل میں ودیعت کی گئی ہے وہ زندہ اشیاء میں سب سے عظیم تخلیق ہے۔ماہرین ارتقاء کوشش کررہے ہیں کہ انسانی جین (GENE) اور جانوروں کے جین میں مشابہت کی افواہ پھیلا کر کچھ مواد اپنے مطلب کا نکالنے میں کامیاب ہو جائیں۔مگر حقیقت یہ ہے کہ دانش وروں اور سائنس دانوں کی بڑی تعداد نظریہ تخلیق کی حامی (CREATIONIST) ہوتی جارہی ہے جن کا یہ اعتراف ہے کہ دنیا کسی عظیم قوت کی قوت تخلیق سے وجود میں آئی ہے۔ بتدریج ترقی کے مراحل سے گزرتی ہوئی اپنی موجودہ حالت کو نہیں پہنچی ہے۔آئندہ جو مختصر تفصیلات بیان ہوں گی ان کی روشنی میں آپ خود اندازہ لگا سکیں گے کہ خدا ناشناس سائنس اب اپنے اختتام کو پہنچنے والی ہے اور 21ویں صدی انسان کو اپنے کھوئے ہوئے خدا سے پھر ملا دے گی۔

ڈی این اے زندگی کا کوڈ

ڈی این اے میں موجود فرمان الٰہی جب سائنس کی سمجھ میں آنے لگا تو سب سے پہلے یہ مانا جانے لگا کہ زندہ اشیاء ایسی مکمل اور پیچیدہ ترتیب وترکیب کا مرکب ہیں کہ یہ حادثاتی طور پر کسی اتفاق کے تحت وجود میں نہیں آ سکتیں جب تک یہ کسی بڑے ماہر اور قادر مطلق بنانے والے کی کارگزاری نہ کہی جائے اگر کسی مقام پر اینٹ، پتھر، گارا، مٹی، قالین، ائرکنڈیشنر، ٹی وی اور ریفریجریٹر اور تمام رہائشی سامان موجود ہو اور پھر اچانک ایک حادثہ یا اتفاقی واقعہ ایسا ہو جائے کہ یہ سب مل کر بادشاہ سلامت کا محل بن کر ابھر آئے، یہ جادو کی کہانی تو ہو سکتی ہے ایک سائنسی حقیقت کبھی نہیں ہو سکتی۔ اب ڈی این اے میں چھپے ہوئے تین بلین ($3x10'^9$) یا 3 ارب کیمیائی حروف کو DECODE کرنا اور انسانی ڈی این اے میں موجود 85 فی صد ڈاٹا صحیح ترتیب وسلسلے (SEQUENCE) میں لانا ممکن ہوگا اتنا اہم اور کامیاب پراجیکٹ بھی اس کے لیڈر ڈاکٹر فرانسس کولنز (FRANCIS COLLINS) کے بقول ابھی پہلا قدم ہے جو ڈی این اے میں چھپی معلومات حاصل کرنے کی طرف اٹھایا گیا ہے۔ معلومات کے اس ذخیرے کو حاصل کرنے میں اتنا زمانہ کیوں لگا اس سوال کا جواب ملے گا اگر ہم یہ جاننے کی کوشش کریں کہ ڈی این اے میں کس نوعیت کی معلومات پوشیدہ ہیں۔

ڈی این اے کی دنیا

ڈی این اے ہمارے جسم کے 100 ٹریلین (10^{14}، یا 100 کھرب) خلیوں میں سے ہر ایک خلیے کے مرکزے (NUCLEUS) میں بڑی حفاظت سے موجود ہوتا ہے۔ ہر خلیے کا قطر 10 مائی کرون (MICRON) ہوتا ہے۔ مائی کرون $10^{-6}m$ کو کہتے ہیں۔ گویا میٹر کا دس لاکھواں حصّہ یا ملی میٹر کا ایک ہزارواں حصّہ۔ اتنے چھوٹے خلیے کے درمیان ڈی این اے محفوظ ہوتا ہے۔ اس ڈی این اے میں انسانی جسم کی ساخت اور بناوٹ کی تمام تر تفصیلات اتنی وسعت، گیرائی اور گہرائی کے ساتھ لکھی ہوئی ہیں کہ اس کا وجود اللہ رب العزت کی صناعی کی اپنے آپ میں ایک مثال ہے اپنے سمجھنے کے لئے ان معلومات کو صرف سلسلہ ترتیب میں لا کر انسان پھولا نہیں سما رہا ہے۔ اس علم کو ایک عظیم الشان شعبہ علم سے وابستہ کر کے اس کو جینیات (GENETICE) کا نام دیا گیا ہے۔ 21 ویں صدی کی یہ علمی شق ابھی گھٹنوں چلنے کی

عمر میں ہے۔اس میدان میں ابھی اور نہ جانے کیا کیا انکشافات ہونے ہیں۔

ڈی این اے میں زندگی

آج مثلاً 25 سال کی عمر میں ہم اپنا سراپا آئینے میں دیکھیں تو یہ بے داغ جسم، یہ حسین و پرکشش شکل وشباہت، یہ صحت وتندرستی، یہ علم ودانش سے آراستہ ذہن وعقل کس طور ترقی کرتے ہوئے اس حال کو پہنچیں گے، یہ علم 25 سال اور 9 ماہ پہلے اس ڈی این اے میں لکھ دیا گیا تھا جو ماں کے پیٹ میں سب سے پہلے بار آور شدہ بیضے (FERTILIZED EGG) کے خلیے کی شکل میں نمو پایا تھا۔

اتنا ہی نہیں ہماری لمبائی چوڑائی ،وزن، ناک نقشہ، چہرہ مہرہ، بالوں اور آنکھوں کا رنگ، جلد کی رنگت، خون کی قسم وغیرہ نطفہ ٹھہرنے سے شروع ہوکر موت تک روز بروز ماہ بہ ماہ، سال بہ سال تبدیلیوں کا حال ایک مکمل تسلسل کے ساتھ ڈی این اے میں موجود رہتا ہے۔مثلاً اس میں لکھا رہتا ہے کہ کب کب خون کا دباؤ زیادہ ہوگا اور کب کم رہے گا۔کب سر کا پہلا بال سفید ہوگا اور کب دُور کی اور قریب کی نظر کمزور ہوجائے گی۔

انسانی خلیے میں ضخیم انسائی کلو پیڈیا

ہم معلومات کے ذخیروں کو انسائیکلو پیڈیا کی طرز پر جانتے ہیں۔ڈی این اے میں پوشیدہ معلومات کا ذخیرہ کوئی معمولی ذخیرہ نہیں۔ایک ڈی این اے میں موجود معلومات کو اگر کتابی شکل میں منتقل کیا جائے تو یہ برطانوی انسائیکلو پیڈیا کے 10 لاکھ صفحات پر مکمل ہوگا۔

ذرا تصور کریں کہ انسانی جسم کے 100 ٹریلین خلیوں میں سے ہر خلیے کے مرکزے کے اندر ایک مالیکیول (MOLECULE) جس کا نام ڈی این اے ہے، ملتا ہے۔اس کا سائز ایک ملی میٹر کا ایک ہزارواں حصّہ ہے اور اس میں وہ معلومات درج ہیں جو دنیا کے سب سے بڑے انسائیکلو پیڈیا بریٹانیکا سے 40 گنا زیادہ ہیں جو اسی انسائیکلو پیڈیا جیسی 920 جلدوں میں سما سکے گا، جس میں متعدد معلومات کی 5 بلین ($5x10'^9$) قسمیں یا جزئیات (PIECES) محفوظ ہیں۔ اگر ہر ایک جز کو پڑھنے پر صرف ایک سیکنڈ صرف کیا جائے اور 24 گھنٹے متواتر پڑھنے کا سلسلہ رہے تو اسے ایک بار پڑھنے کیلئے 100 سال لگ جائیں گے۔920 جلدوں کی ان کتابوں کو اگر

ایک دوسرے کے اوپر سجایا جائے گا تو 70 میٹر اونچا کتابوں کا مینار تیار ہو جائے گا یہ سب معلومات اس ذرے میں سما دی گئی ہے جو پروٹین، چربی اور پانی کے چند مالیکیولوں سے مرکب ہے۔

جی جی تھامسن نے لکھا تھا کہ ہماری زمین پر کل جان دار اشیاء ایک ہزار ملین ہیں۔ ان تمام اشیاء کی معلومات ڈی این اے کی شکل میں جمع کی جائے تو چائے کے ایک چمچے میں آ جائیں گی اور پھر بھی جگہ خالی رہے گی۔

خلیے میں دانائی

جسم انسانی کے سارے 100 ٹریلین خلیے عجب حکمت اور دانش مندی کا ثبوت فراہم کرتے ہیں۔ یہ بظاہر بے جان ایٹموں کا مجموعہ ایک بے روح شے ہونا چاہئے۔ ہم اگر تمام عناصر کے ایٹم جمع بھی کر لیں، ان کو کسی بھی ترتیب سے لگا لیں مگر وہ دماغ، وہ سمجھ بوجھ اس ذخیرۂ ایٹم سے حاصل نہیں کر سکتے جو کسی عمل کو سلیقے، سلسلے اور ترتیب کے ساتھ انجام دینے کے لئے ضروری ہے۔ جس طرح ہر عقل و سمجھ بوجھ والے کام کے لئے ضروری ہے کہ کسی دانش مند نے اس کام کو انجام دیا ہو، وہ کمپیوٹر ہو یا کوئی اور کام ہو، اسی طرح ڈی این اے بھی اپنے بنانے والے سے عقل و دانش اور سمجھ بوجھ لے کر آیا ہے۔

ڈی این اے کی زبان اور قوت گویائی

ہماری زبان میں 'الف' سے 'ے' تک حروف تہجی ہیں۔ انگریزی زبان A سے Z تک 26 حروف سے بنتی ہے۔ ڈی این اے کی زبان میں صرف چار حروف ہیں: A,T,G,C۔ ان میں سے ہر ایک حرف ان خاص بنیادوں (BASES) میں سے ایک ہے جو نیوکلیوٹائیڈس (NUCLEOTIDES) کہلاتے ہیں۔ دسیوں لاکھ BASES ایک ڈی این اے میں قطار در قطار ایک بامعنی ترتیب اور سلسلے کی کڑی بنائے رکھتے ہیں اور یہ سب مل کر ایک ڈی این اے کا مالیکیول بناتے ہیں۔

G,T,A اور C میں سے کوئی بھی دو مل کر ایک اساسی جوڑ ابناتے ہیں جسے اساسی جوڑا (BASE PAIR) کہا جاتا ہے۔ یہی اساسی جوڑے اوپر تلے جمع ہو کر جین بن جاتے ہیں۔ ہر جین جو کسی مالیکیول ڈی این اے کا ایک حصہ ہوتا ہے، انسانی جسم کے کسی نہ کسی حصے کے بارے

میں ہیئت، خدوخال، صورت، شکل، حلیہ، رنگ و روپ جو کسی فرد خاص کی انفرادیت سے متعلق مفصل کیفیت کہی جاسکتی ہے۔ اس جین میں درج ہوتی ہے۔ اب انسان کی لاتعداد خصوصیات ہیں۔ یہ لمبائی ہو، آنکھوں کا رنگ ہو، ناک بھوں کی ندرتیں ہوں یا کان بڑا یا چھوٹا ہو، یہ سب جین میں موجود پروگرام کے مطابق بنتے اور سنورتے جاتے ہیں اور جسم کا ہر ہر حصہ جین کے حکم کے مطابق پروان چڑھتا ہے۔

ایک انسانی خلیے کے ایک ڈی این اے میں 2 لاکھ جین ہوتے ہیں۔ ہر جین مخصوص نیوکلیوٹائیڈس کے بالکل انفرادی سلسلہ ترتیب سے بنا ہوتا ہے۔ ان نیوکلیوٹائیڈس کی تعداد اس پروٹین کی قسم پر منحصر ہوتی ہے جس سے یہ وجود پاتا ہے۔ پروٹین کی یہ تعداد 1000 سے ایک لاکھ 86 ہزار تک ہوسکتی ہے۔ اس جین میں جسم انسانی میں موجود 2 لاکھ قسموں کی پروٹین کا کوڈ بھی چھپا ہوتا ہے اور وہ نظام بھی موجود رہتا ہے جس کے تحت یہ تمام پروٹین ضرورت کے مطابق جسم میں پیدا ہوتے رہتے ہیں۔

خیال رہے کہ ایک جین بے چارہ ڈی این اے کا صرف ایک معمولی سا حصہ ہے۔ 2 لاکھ جینز میں محفوظ معلومات یا کوڈ ڈی این اے میں موجود کل معلومات کا صرف 3 فی صد ہی ہوتی ہیں۔ 97 فی صد دفتر علم ابھی ہماری بساط آ گہی کے لئے پردۂ راز میں ہے۔ یہ بات تو مان لی گئی ہے کہ یہ 97 فی صد علم جس تک ابھی انسان کی رسائی ممکن نہیں ہوسکی ہے، انسانی خلیے کی بقا اور ان مکانیات (MECHANISMS) سے متعلق جو انسانی جسم میں انتہائی پیچیدہ عوامل کے کنٹرول کا باعث ہوتے ہیں بڑی ناگزیر معلومات رکھتے ہیں۔ صرف 3 فی صد معلومات کا پتا ملنے پر عقل انسانی حیران ہے، دانش وفکر پر سکتہ طاری ہے، ابھی مزید 97 فی صد پوشیدہ معلومات تک پہنچنا ایک لمبا سفر ہے جو جاری ہے۔

جین خود بھی کروموسوم (CHROMOSOMES) میں واقع ہوتے ہیں۔ جنسی خلیے کے علاوہ ہر انسانی خلیے میں 46 کروموسوم ہوتے ہیں۔ ہر کروموسوم ایک کتاب علم کی طرح ہے کہ ایک انسان کے متعلق تمام معلومات 46 جلدوں کی کتابوں میں بند رہتی ہے اور یہ سب بسیط معلومات کا وہ خزانہ ہے کہ جسے ورق کتاب پر لایا جائے تو برطانوی انسائیکلوپیڈیا کی 920

جلدوں تک پھیل جائے۔

ہر انسانی کے ڈی این اے میں حروف G,T,A اور C کا سلسلہ (SEQUENCE) مختلف ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ روئے زمین پر جتنے انسان پیدا ہو چکے ہیں اور قیامت تک جو اسی طرح پیدا ہوتے رہیں گے، وہ تمام کے تمام ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔

ذرا سوچیں کہ ہر انسان کے تمام اعضاء کا نام مختلف نہیں ہے، یعنی آنکھ، ناک، منہ، دل گردہ وغیرہ سب کے پاس ہے۔ پھر بھی ہر شخص کچھ ایسے خاص انفرادی اور بڑے تفصیلی طریقے پر پیدا ہوا ہے کہ سب کے سب ایک خلیے کے تقسیم در تقسیم ہونے کے عمل سے پروان چڑھنے کے باوجود ایک ہی بنیادی بناوٹ رکھتے ہوئے بھی ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔

ہمارے تمام اعضاء ایک منصوبے کے تحت پروان چڑھتے ہیں جو ہماری جین میں لکھا ہوا ہے۔ سائنس دانوں نے جو خاکہ مکمل کیا ہے اس کے تحت جسم کے مختلف اعضاء کو کنٹرول کرنے والی جین کی تعداد مختلف ہے۔ مثلاً ہماری کھال کو جو جین کنٹرول کرتی ہیں ان کی تعداد 2559 ہے اسی طرح دماغ کو 29930، آنکھ کو 1794، لعاب دہن کو 186، دل کو 6216، سینے کو 4001، پھیپھڑوں کو 11581، جگر کو 2309، آنتوں 3838، دماغی پٹھوں کو 1911، اور خون کے سیل کو 2292 جین کنٹرول کرتی ہیں۔

ڈی این اے کے حروف کا سلسلہ ترتیب انسانی بناوٹ کی تمام تر تفصیلات طے کرتا ہے معمولی سے معمولی تفصیل بھی اس کے احاطے میں ہے۔ صرف آنکھ، ناک، چہرہ مہرہ اور ظاہری حسن و جمال ہی نہیں، ایک سیل میں نصب ڈی این اے انسانی جسم میں موجود 206 ہڈیوں، 600 پٹھوں (MUSCLES) اور 10 ہزار AUDITORY MUSCLES (کان سے متعلق پٹھے) کے نیٹ ورک اور 20 لاکھ OPTIC NERVES (آنکھ سے متعلق) اور 100 بلین NERVE CELLS اور تمام کے تمام 100 ٹریلین خلیوں کا مکمل ڈیزائن اپنے اندر سمائے ہوتا ہے۔

اس وسیع سمندر کا اندازہ لگایئے اور علم کی کائنات کی سب سے پیچیدہ مشین 'آدمی' کے جسم و عقل اور فہم و ادراک کے پروان چڑھنے کا علم حیرت انگیز طور پر ایک ڈی این اے میں قطار در

قطار جمع کر دیا گیا ہے۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ اگر ڈی این اے کے حروف کے سلسلہ ترتیب (SEQUENCE) میں ذرا بھی نقص رہ جائے تو ممکن ہے آپ کی آنکھیں چہرے پر ہونے کے بجائے آپ کے گھٹنے پر نمودار ہو جائیں اور آپ کے ناک' کان' ہاتھ پاؤں' سر اور کمر اپنے موجودہ مقام سے ہٹ کر کسی بے ہنگم جگہ پر وارد ہو جائیں' ڈی این اے کا یہ مکمل نظام آپ کے بے داغ ڈیل ڈول اور ہر اعتبار سے مکمل انسان ہونے کا ضامن ہے۔

اب اگر کوئی کہے کہ ڈی این اے کا منظّم سلسلہ کسی اتفاقی حادثے کا نتیجہ ہے یا ناگہانی واقعہ ہے تو کوئی کم عقل بھی یہ بات نہ مانے گا۔ اتفاقات کا امکان یا احتمال' ریاضی میں امکان (PROBABILITY) کے حساب سے معلوم کیا جاتا ہے۔ یہ وہ نسبت ہے جو کسی اغلب حالت کو جملہ ممکنہ حالات سے ہو۔ آج ریاضیات نے یہ بھی حساب لگا دیا ہے کہ محض اتفاق سے ایک ڈی این اے کے 2 لاکھ جین میں سے کسی ایک جین کی بھی ترتیب اس مخصوص سلسلے سے ہموار ہو جانے کی نسبت صفر کے برابر ہے۔

فرینک سالسبری (FRANK SALISBURY) جو خود ایک ارتقاء کو ماننے والا سائنس دان ہے' کہتا ہے کہ: ایک درمیانی درجے کے پروٹین میں 300 کے قریب AMINO ACIDS ہوتے ہیں۔ اس کو کنٹرول کرنے والے ڈی این اے جین میں تقریباً 1000 نیوکلوٹائیڈ کی ایک کڑی ہوگی۔ چونکہ ایک ڈی این اے کڑی میں چار قسم (A,T,G,C) کے نیوکلوٹائیڈ ہوتے ہیں، اس لئے 100 LINK والی کڑیاں 4^{1000} قسموں کی ہوں گی۔ الجبرا کے ذریعے LOGRITHMS کے استعمال سے 4^{1000} کا مطلب ہوا 10^{600}، یعنی 10 کو 10 سے 600 مرتبہ ضرب کرنے سے ایک کے بعد ایک 600 صفر لگانے سے جو ہندسہ بنے گا۔ یہ وہ عدد ہے جس کا صرف تصور کیا جا سکتا ہے۔

مزید وضاحت اس طرح کہ اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ تمام ضروری نیوکلوٹائیڈ بھی کہیں موجود ہیں اور ان کو مجتمع کرنے والے تمام پیچیدہ مالیکیول اور خامرے (ENZYMES) بھی سب مہیا کر دیے گئے ہیں تو ان نیوکلوٹائیڈ کا خاطر خواہ SEQUENCE میں ترتیب پا جانے کا امکان 10^{600}، میں سے ایک بار ہے، یعنی ڈی این اے کے خود بخود وجود میں آ جانے کی

PROBABILITY 10^{600}، میں سے صرف ایک دفعہ کی ہے۔ ناممکن کہیں تو کم ہے۔

فرانسس کرِک (FRANCIS CRICK) کو ڈی این اے کی ریسرچ پر نوبل انعام سے نوازا گیا۔ یہ خود بڑا پکا حامی ارتقا تھا مگر کہتا ہے کہ ''ایک انصاف پسند انسان، اس معلومات کی روشنی میں جواب تک ہمارے پاس ہے، صرف اتنا کہہ سکتا ہے کہ ایک خاص معنی ہیں، انسانی زندگی کی ابتداء اس وقت تو ایک کرشمہ ہی معلوم ہوتی ہے''۔

خیال رہے کہ بچوں میں (HAEMOPHILIA LEUKEMIA) ڈی این اے کے کوڈ میں خرابی واقع ہو جانے سے ہوتا ہے۔ کینسر کی تمام قسمیں اسی نازک توازن کے بگڑ جانے سے ہوتی ہیں۔ یہ خرابی کسی بھی ایک ڈی این اے کے کسی ایک اساسی جوڑے میں توازن نہ ہونے سے ہو جاتی ہے۔ یہ خرابی A,T,G,C حروف میں مثلاً ایک بلین 618 ملین 457 ہزار اور 632 ویں اساسی جوڑوں میں ہو سکتی ہے۔ اتنی کثیر تعداد میں اساسی جوڑے، ہر خلیے میں ڈی این اے اور تمام ٹوٹتے بنتے اور تقسیم در تقسیم ہوتے خلیوں میں توازن برقرار رکھنے کا نظام بھی ڈے این اے کے کوڈ میں چھپا ہوتا ہے۔

ڈی این اے کا اپنی نقل بنانے کا عمل

ڈی این اے کی تحیر خیز دنیا میں اپنی ہی نقل یا خود ساختہ نقشِ ثانی بنانے (SELF REPLICATION) کا عمل انتہائی تیزی سے جاری رہتا ہے، سب جانتے ہیں کہ انسانی جسم کی ابتداء ماں کے پیٹ میں ایک خلیے سے ہوتی ہے۔ پھر یہ خلیہ تقسیم ہو جاتا ہے اور نئے خلیے وجود میں آ جاتے ہیں جو کہ ایک سے دو، دو سے چار، اور اسی طرح 4-8,16-32,64-128 کی نسبت سے تقسیم ہو کر جنم لیتے جاتے ہیں۔

خلیہ تقسیم ہو کر دوسرا خلیہ بناتا ہے اور ہر خلیے کو ایک ڈی این اے چاہیے اور ڈی این اے کڑی خلیے میں ایک ہی ہوتی ہے۔ اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے ہر تقسیم ہوتا ہوا خلیہ اپنا ہم شکل خود پیدا کرتا ہے۔ ہر خلیہ ایک خاص سائز کا ہوتا ہے۔ تقسیم ہو کر دوسرا خلیہ بنانے کا فیصلہ کرتا ہے۔ خلیے میں شعور اور یہ ایقان کہاں سے آیا، خلیے کے ساتھ ساتھ ڈی این اے کی تقسیم کا خفیہ عمل بڑے دل چسپ طریقے پر ہوتا جاتا ہے۔

ڈی این اے کا مالیکیول جو شکل میں ایک چکردار زینے کی طرح ہوتا ہے تقسیم ہو کر دو حصوں میں ZIP کی طرح کھل جاتا ہے۔ یہ دونوں طرف سے غائب ادھورے حصے اسی اطراف میں موجود مادہ سے اپنی انوکھی تکمیل کو پہنچتے ہیں اور ایک سے دوسرا ڈی این اے وجود میں آجاتا ہے تقسیم کے ہر دور میں خاص پروٹین اور خامرہ کسی ماہر روبوٹ (ROBOT) کی طرح کام کرتے رہتے ہیں، تمام تفصیل کا ذکر ممکن ہے مگر اس کے لئے بہت سے صفحات بھی ناکافی ہوں گے۔

خامرے (ENZYMES) وہ کارندے ہیں جو ہر قدم پر یہ چیک کرتے ہیں کہ کوئی غلطی اگر ہوگئی ہے تو فوری طور پر اس کی اصلاح ہوجائے۔ ہر منٹ میں 3 ہزار اساسی جوڑے پیدا ہوجاتے ہیں اور نگرانی کرنے والے خامرے ضروری ترمیم، اصلاح اور ردوبدل بھی کرتے جاتے ہیں تاکہ نئے پیدا ہوئے ڈی این اے میں غلطی کا امکان نہ رہے۔ اس لئے ڈی این اے کے حکم سے مرمت کرسکنے والے زیادہ خامرے پیدا ہوتے ہیں۔ گویا ڈی این اے میں خود اپنی حفاظت کا، اپنی افزائش نسل کا اور نسلوں کو محفوظ اور برقرار رکھنے کا مکمل پروگرام کوڈ کیا ہوا ہوتا ہے۔

اب دیکھئے کہ خلیے پیدا ہوتے ہیں اور مرتے جاتے ہیں۔ آپ کے جسم میں جو خلیے چھ ماہ پہلے تھے ان میں سے آج ایک بھی باقی نہیں ہے۔ ان کی عمر بہت کم ہوتی ہے، میرے سب خلیے مر چکے ہیں مگر میں زندہ ہوں اس لئے کہ ہر خلیے نے بروقت اپنا ہمزاد پیدا کرنے کا عمل مکمل کرلیا تھا۔ یہ عمل انتہائی مہارت سے مکمل ہوتا ہے کہ کسی غلطی کا امکان 3 بلین اساسی جوڑوں میں سے صرف ایک میں ہوسکتا ہے اور یہ غلطی بھی بڑے اعلیٰ تکنیکی انداز میں سنوار دی جاتی ہے۔

سب سے زیادہ دلچسپ بات یہ ہے کہ یہ خامرے جو پل پل ٹوٹتے بنتے بکھرتے اور سنورتے ڈی این اے کو پیدا کرنے کی ذمہ داری نبھاتے ہیں وہ دراصل مختلف قسم کی پروٹین ہیں جن کے پیدا ہونے کی ترتیب اور سلسلہ بھی اسی ڈی این اے میں کوڈ کیا ہوا ہے اور اسی ڈی این اے کے حکم کے تابع ان کا نظام عمل چلتا ہے جس کی افزائش کی دیکھ بھال ان کو کرنی ہے۔

ے یہ کائنات ابھی ناتمام ہے شاید
کہ آرہی ہے دمادم صدائے کن فیکون

فلسفہ ارتقا کہتا ہے کہ انسان درجہ بہ درجہ کچھ فائدہ مند اتفاقات کے نتیجے میں پیدا ہوا

ہے۔ خامرے اور ڈی این اے کا بیک وقت وجود میں آتے جانا اور ان کا انوکھا تال میل کسی بڑے تخلیق کار (CREATOR) کا کارنامہ ہے اور وہ ہستی اللہ کی ہے، دنیا بھر کے دانش ور یہ حقیقت جانتے جا رہے ہیں۔

سائنس کے پاس جواب نہیں ہے کہ ڈی این اے میں یہ معلومات کہاں سے آئیں، ہر زندہ شے، مچھلی، کیڑے مکوڑے، چرند و پرند اور انسان کے ڈی این اے مختلف کیوں ہوتے ہیں، خود ڈی این اے کا وجود اور ابتداء کیسے ہوئی۔ اس عمل کو سمجھنے کے لئے آر این اے کی ایک علیحدہ دنیا کا پتا چلا کہ خامرے کو آر این اے چلاتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

خلاصہ یہ کہ زندگی دینے والے عناصر در عناصر مالیکیول، خلیہ، ڈی این اے، آر این اے، خامروں اور ہزاروں پروٹین سب جمع کر لئے جائیں تو بھی زندگی نہیں ملتی۔ تھک ہار کر ماننا پڑتا ہے ۔کہ زندگی صرف تخلیق (CREATION) کے ذریعے ممکن ہے اور یہ خالق (CREATOR) کون ہے؟

اللہ تعالیٰ ہی معبود برحق ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں ــــــ وہ اس کے علم میں سے کسی کا احاطہ نہیں کر سکتے مگر جتنا وہ چاہے ــــــ وہ بہت بلند اور بہت بڑا ہے''

(ماخوذ از ماہنامہ ترجمان القرآن لاہور جنوری 08ء)

قرآن اکیڈمی ملتان میں خطابات کا سلسلہ

چوتھا خطاب

منزل ہماری

شجاع الدين شيخ

قرآن اکیڈمی ملتان کے زیر اہتمام سلسلہ وار خطابات کا ایک پروگرام ماہ مارچ 07ء میں منعقد ہوا تھا جس کی ترتیب یہ تھی۔

18مارچ رب ہمارا ڈاکٹر عبدالسمیع صاحب (قرآن اکیڈمی فیصل آباد)

19مارچ رسول ہمارا جناب رحمت اللہ بٹر (ناظم شعبہ دعوت وتربیت تنظیم اسلامی)

20مارچ قرآن ہمارا انجینئر مختار فاروقی صاحب (قرآن اکیڈمی جھنگ)

21مارچ منزل ہماری جناب شیخ شجاع الدین صاحب (قرآن اکیڈمی کراچی)

22مارچ عزم ہمارا جناب خالد عباسی صاحب (ناظم حلقہ شمالی پنجاب وکشمیر)

23مارچ راستہ ہمارا حافظ عاکف سعید صاحب (امیر تنظیم اسلامی پاکستان)

24مارچ وطن ہمارا جناب ڈاکٹر اسرار احمد صاحب (بانی تنظیم اسلامی پاکستان)

اس سلسلے کو حکمت بالغہ کے قارئین تک پہنچانے کے لئے شائع کرنے کا فیصلہ کیا گیا تھا۔ چنانچہ اس سلسلے کے پہلے تین خطابات گزشتہ شماروں میں ترتیب وار شائع ہو چکے ہیں اسی سلسلے کا چوتھا خطاب ''منزل ہماری'' شائع کیا جارہا ہے مقرر تھے شجاع الدین شیخ صاحب ڈپٹی ڈائریکٹر قرآن اکیڈمی کراچی۔

یاد رہے کہ یہ خطابات آڈیو ٹیپ سے اتار کر شائع کئے جارہے ہیں انداز تحریر کی بجائے تقریر کا ہی نمایاں ہے۔ (ادارہ)

الحمدلله رب العلمين والصلاة والسلام على سيد الانبياء والمرسلين اما بعد:

فاعوذ بالله من الشيطان الرجيم بسم الله الرحمن الرحيم

اَلَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ

صدق الله العظيم

رب اشرح لی صدری ویسرلی امری واحلل عقدة من لسانی یفقهواقولی(آمین یارب العالمین)

محترم حضرات ومعزز خواتین !اس وقت ہمارا موضوع ہے''منزل ہماری''۔ جو آیت میں نے آپ کے سامنے تلاوت کی ہے یہ سورۃ البقرۃ میں وارد ہوئی ہے اس میں ربّ کائنات نے اہل ایمان کی شان ارشاد فرمائی ہے کہ جب کبھی بھی ان پر کوئی مصیبت آتی ہے کوئی آزمائش آجاتی ہے تو ان کی زبان پر یہ جاری ہوجاتا ہے اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ''بیشک ہم اللہ کے ہیں اور

اللہ ہی کی طرف ہمیں لوٹ کر جانا ہے‘‘۔عموماً یہ جملہ ہمارے معاشرے میں کسی کے انتقال کے موقع پر ادا کیا جاتا ہے یہ بھی درست ہے لیکن ہر مصیبت جو بندۂ مؤمن پر آئے اس پر اسے یہ کہنا چاہئے________ رسالت مآب ﷺ اپنے حجرے میں تشریف فرما تھے کہ چراغ بجھ گیا آپ نے فرمایا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا کہ اے اللہ کے نبی ﷺ اس پر بھی یہ جملہ؟ فرمایا کہ ہاں مؤمن پر ذرا سی بھی تکلیف آئے اور وہ اللہ کی رضا کے لیے صبر کرے جس کا ایک طریقہ اس جملے کی ادائیگی بھی ہے تو اللہ کے ہاں اس کا بھی اجروثواب ہے ۔اب چونکہ ہمارا موضوع ہے’’منزل ہماری‘‘اس کی وضاحت کے لیے یہ جملہ کفایت کرجاتا ہے اِنَّـا لِـلّٰـہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ اسی کی طرف سے آئے ہیں اور سفر اسی کی طرف جاری ہے،اسی کا اقرار ہر نماز کی ہر رکعت میں کررہے ہیں (مَـالِكِ یَـوْمِ الدِّینِ)’’(وہ اللہ) بدلے کے دن کا مالک ہے‘‘ ذرا سی وضاحت آپ کے سامنے آگئی کہ ہمارا موضوع کیا ہے؟ ہم نے اپنے اس سفر کو سمجھنے کی کوشش کرنی ہے جس کا آغاز تو شاید کہیں لاکھوں،کروڑوں سال پہلے ہوا تھا جب عالمِ ارواح میں ہماری روحوں کو پیدا کیا گیا تھا سورۃ الاعراف آیت 172 میں اس کی طرف اشارہ بھی ہے کہ اللہ نے سارے انسانوں کی روحوں کو پیدا کیا اور اپنے رب ہونے کا اقرار کروالیا ہمیں یاد بھی نہ ہو شاید لیکن اسی لیے ہماری فطرت میں اللہ کا تعارف موجود ہے اسی یاددہانی کے لئے اللہ نے عقل اور شعور عطا کیا ہے،اسی یاددہانی کے لئے اللہ نے وہ FACILITEIES (سننے،دیکھنے کی صلاحیتیں) عطا کیں تاکہ ان کو استعمال کرکے ربِّ کائنات کو پہچانا جائے اور اللہ تعالیٰ نے اسی سبق کی یاددہانی کے لیے انبیاء اور رسول علیہم السلام بھیجے، کتابیں نازل کیں۔تو زندگی کا آغاز تو لاکھوں سال پہلے ہوا لیکن اس پورے سفر کا اہم ترین حصہ دنیا کی یہ عارضی زندگی ہے جس میں کیے گئے اعمال پر ہمارے سفر کے اگلے مرحلے، ہماری اصل زندگی (یعنی آخرت) کا انحصار ہے یہاں جیسا بوئیں گے وہاں ویسا کاٹیں گے (فَـمَـنْ یَّـعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ خَیْراً یَّرَہٗ وَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْـقَـالَ ذَرَّۃٍ شَرّاً یَّرَہٗ)’’ذرے کے برابر بھلائی کی ہوگی اسے انسان دیکھ لے گا،ذرے کے برابر برائی کی ہوگی اسے انسان دیکھ لے گا‘‘________ تو انسان کو اس دنیا میں بامقصد طور پر بھیجا گیا ہے،سورۃ الملک آیت نمبر 2 میں فرمایا (اَلَّـذِیْ خَـلَـقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ

اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا) ’’اللہ نے یہ موت اور حیات کا سلسلہ اس لیے قائم فرمایا کہ اللہ تمہیں دیکھ لے کہ تم میں سے عمل کے اعتبار سے بہترین کون ہے‘‘

قلزم ہستی سے تو ابھرا ہے مانند حباب ؎
اس زیاں خانے میں تیرا امتحان ہے زندگی

ہم اس دنیا میں امتحان کے لیے بھیجے گئے ہیں، ہماری ذمہ داری ہے اللہ کی عبادت کرنا سورۃ الذٰریٰت آیت نمبر 56 میں کہہ دیا گیا کہ (وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ)’’میں نے تمام انسانوں اور جنّات کو محض اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا‘‘ تو امتحان میں کامیاب وہ ہوں گے جو مقصد زندگی کو پورا کر رہے ہیں۔ دنیا کی یہ زندگی ہے تو عارضی لیکن ہے اہم ترین کیونکہ اگلی منزل کی تیاری کے لیے ہمارے پاس صرف یہی موقع ہے آنکھ بند ہونے سے پہلے پہلے جو ہوسکتا ہے کرلو اور میرے بھائیو! وہ آنکھ ابھی بھی بند ہوسکتی ہے اللہ اس سے پہلے ہمیں اپنے اصل سفر اور اپنی اصل منزل کی تیاری کی توفیق عطا فرمائے (آمین)۔

اب ہم اس دنیا میں آ گئے ہیں یہاں ایک اٹل حقیقت جسے اللہ کا انکار کرنے والا بھی جھٹلا نہیں سکتا ’’موت‘‘ ہے ہمارے اعتبار سے ہماری موت اس امتحان کا خاتمہ ہے۔ یہ موت ایسی اٹل حقیقت ہے کہ اللہ کو نہ ماننے والے تو بہت پیدا ہوئے ہوں گے لیکن موت کا انکار کرنے والا ایک بھی پیدا نہیں ہوگا۔ مثلاً قرآن حکیم نے کہا سورۃ آل عمران آیت 185 (کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ)’’ہر شخص کو موت کا مزا چکھنا ہوگا‘‘ یہ الفاظ قرآن میں تین مرتبہ آئے ہیں بہر حال فرمایا کہ ہر نفس کو موت کا مزا چکھنا ہے وانَّمَا تُوَفَّونَ اُجورَکُمْ یومَ القیامۃ ’’اور تمہیں تمہارے اعمال کا پورا پورا بدلہ عطا کیا جائے گا قیامت کے دن‘‘ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّار ’’اور جو بچا لیا گیا جہنم کی آگ سے‘‘ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ ’’اور داخل کر دیا گیا جنت میں‘‘ فَقَدْ فَازَ ’’یقیناً وہ کامیاب ہوگیا‘‘ اللہ ایسے کامیاب لوگوں میں ہمیں بھی شامل فرمائے (آمین) یہ اس ربِ کائنات کی نگاہ میں کامیابی ہے جس نے ہمیں پیدا کیا اور جس کے سامنے کہ ہم جوابدہ ہیں دنیا والوں کے معیارات کچھ اور ہوں گے لیکن جو خالق حقیقی اور مالک حقیقی ہے اس کا معیار یہ ہے کہ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِوَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ۔(وَمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا اِلَّا مَتَاعُ

الْغُرُوْرِ) ''اور یہ دنیا کی زندگی محض دھوکے کا سامان ہے اور فریب ہے'' یہ DECEIT ہے اس کے سوا کچھ نہیں ہے جس کی چمک دمک میں مبتلا ہو کر انسان اپنے اصلی سفر کو بھول جاتا ہے جس کی رنگینی میں کھو کر انسان اپنی اصل منزل کو بھلا دیتا ہے جس میں شکار ہو کر انسان اپنی اصل زندگی کو فراموش کر دیتا ہے فرمایا وَمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ یہ دنیا کی زندگی محض دھوکا ہے فریب ہے اس کے سوا کچھ نہیں' اللہ اس دھوکے سے ہمیں محفوظ فرمائے (آمین)۔ یہ دنیا کیا ہے؟ اس کی رنگینی کی حقیقت کیا ہے؟ مسلم شریف کی روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ تشریف لے جارہے ہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کے ساتھ ہیں راستے میں کچرے کا ڈھیر پڑا ہوا ہے اور وہیں بکری کا ایک مردار بچہ پڑا ہوا ہے، اس کا پیٹ پھولا ہوا ہے، اس کے کان کٹے ہوئے ...... بڑا پیارا تربیت کا انداز ہے کہ فرمایا اے میرے صحابہ تم میں سے کون اسے صرف ایک درہم میں خریدنے کو تیار ہے؟ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ کوئی بھی نہیں اس کے کان کٹے ہوئے اور اس کا پیٹ پھولا ہوا یہ مردار کچرے کے ڈھیر پر پڑا ہوا کاہے کے کام آئے گا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جتنا یہ بکری کا مردار بچہ تمہاری نگاہ میں حقیر اور کمتر ہے اللہ کی نگاہ میں یہ دنیا اس کا مال واسباب اس سے بھی زیادہ حقیر اس سے زیادہ ذلیل ہے'' یہ دنیا کی حقیقت ہے ذرا اپنی گذشتہ زندگی پر نگاہ اٹھا کر دیکھئے کہ کتنا کچھ کھا چکے آج کوئی حیثیت ہے کتنا کچھ پہن چکے آج کوئی حیثیت ہے کتنا کچھ کما چکے بنا چکے؟ آج اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

اسی طرح ترمذی کی حدیث میں ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا اگر کہ اس دنیا کے مال واسباب کی حیثیت اللہ کی نگاہ میں مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو اللہ کسی کافر کو پانی کا ایک گھونٹ بھی عطا نہ کرتا۔ اللہ کے نزدیک دنیا کی کوئی حیثیت ہے ہی نہیں وہ سب کو دے رہا ہے بلکہ بسا اوقات نہ ماننے والوں کو زیادہ دے رہا ہے اس لیے کہ آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہیں ______ رہی اس دنیا کی زندگی کی مدت اور DURATION جس پر انسان فریفتہ ہو کر اس کے جال میں پھنس کر اپنی اصل زندگی کو بھلا دیتا ہے اس کے متعلق مسلم شریف کی روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص اپنی انگلی سمندر کے پانی میں ڈالے اور نکال کر دیکھے کہ کتنا پانی لگ کر آیا ہے پانی کی تری جو انگلی کو لگ کر آئی ہے یہ دنیا کی زندگی کی مدت ہے

آپ کی یا میری زندگی کی مدت نہیں بلکہ دنیا کی زندگی کی مدت! معلوم تاریخ جو حضرت آدم علیہ السلام تک پہنچی ہے وہ دس ہزار سال ہے، دس ہزار سال بڑا عرصہ محسوس ہوتا ہے لیکن آخرت کے مقابلہ میں دنیا کی زندگی کی مدت کیا ہے؟ وہ حدنگاہ تک پھیلا ہوا INFINITE نہ ختم ہونے والا سمندر وہ آخرت کی زندگی ہے، دونوں کا موازنہ کوئی ہے قطعاً نہیں؛ یہ ہے دنیا کی حقیقت جس کو قرآن کہہ رہا ہے سورۃ ال عمران آیت نمبر 185 (وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ) اور یہ دنیا کی زندگی دھوکا ہے فریب ہے اور اس کے سوا کچھ نہیں۔

اب ہمارا آخرت کی طرف جو یہ سفر ہے اس کے 14 مراحل قرآن کی چند آیات کی روشنی میں مَیں ان شاءاللہ آپ کے سامنے عرض کرنا چاہتا ہوں

(1) پہلا مرحلہ ہے موت کا! اللہ مجھے اور آپ کو اس کی تیاری کی توفیق عطا فرمائے (آمین) قرآن اس موت کی آنے کی کیفیات بھی بیان کرتا ہے مثلاً نافرمان آدمی کی موت بڑی بھیانک ہوتی ہے بڑی بُری ہوتی ہے قرآن نے اس کا ذکر کیا ہے سورۃ محمد (ﷺ) آیت نمبر 27,28 میں (فَكَيْفَ اِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَ اَدْبَارَهُمْ) ''کیا کیفیت ہوگی اس وقت جب فرشتے نافرمانوں کی روحوں کو قبض کریں گے اور ان کے چہروں پر بھی مارتے ہوں گے اور ان کی پیٹھوں پر بھی مارتے ہوں گے'' یہی وہ سختی ہے جس سے رسالت مآب ﷺ نے پناہ کیلئے یہ دعا ہمیں سکھائی ہے کہ (اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَعُوْذُبِكَ مِنْ سَكَرَاتِ الْمَوْتِ) ''اے اللہ ہم تیری پناہ میں آنا چاہتے ہیں موت کی سختیوں سے'' یہ عام آدمی کی موت کا ذکر ہے اللہ ہماری حفاظت فرمائے (آمین)۔ آیئے اب نیک آدمی کی موت کا بیان پڑھیں سورۃ النحل آیت 32 (الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ طَيِّبِيْنَ) ''وہ نیک لوگ جن کی روح جب قبض کرتے ہیں فرشتے تو پاکیزگی کی حالت میں'' (يَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ عَلَيْكُم) کہتے ہیں کہ تم پر سلامتی ہو (اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ) ''داخل ہو جاؤ جنت میں ان اعمال کے بدلے میں جو تم کرتے رہے'' یعنی بشارت دی جارہی ہے۔ اللہ ایسی خوبصورت اور آسانی والی موت ہم سب کو عطا فرمائے۔ یہ اس دنیا سے آخرت کی طرف سفر کا پہلا مرحلہ ہے موت آئی اور اس عالمِ دنیا سے سلسلہ ختم ہوگیا۔

(2)   اب دوسرے مرحلے کی طرف چلتے ہیں جس کو ہم عام طور پر قبر کی زندگی کہتے ہیں یہ بات بھی صحیح ہے کیونکہ احادیث مبارکہ میں قبر کا لفظ استعمال ہوا ہے لیکن زیادہ وسیع تر لفظ جو قرآن میں استعمال ہوا وہ ہے ''برزخ'' برزخ کہتے ہیں آڑ کو دنیا اور آخرت کے درمیانی وقفے کا نام برزخ ہے، مثال کے طور پر قرآن نے اس کا ذکر کیا سورۃ المؤمنون آیت نمبر 99 اور 100 میں برے لوگوں کا بیان آرہا ہے اسی ضمن میں فرمایا(حَتّٰی اِذَا جَاءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ)''یہاں تک کہ جب ان نافرمانوں میں سے کسی ایک کو موت آتی ہے تو کہتا ہے کہ اے اللہ ایک موقعہ اور دیدے ایک دفعہ لوٹا دے''(لَعَلِّیْ اَعْمَلُ صَالِحًا فِیْمَا تَرَکْتُ) ''تاکہ میں وہ نیک عمل کرلوں جو میں چھوڑ چکا''(کَلَّا)''ہرگز نہیں'' یہ مہلت ایک ہی دفعہ ملتی ہے۔ اللہ آپ کو بھی اور مجھے بھی سوچ سمجھ کر اسکو استعمال کرنے کی توفیق دے(آمین)۔(اِنَّهَا کَلِمَةٌ هُوَ قَائِلُهَا)''یہ تو ایک بات ہے جو پہلے بھی کہتا رہا'' کہ اے اللہ ذرا موقع مل جائے پھر میں کرلوں گا پھر آدمی کرتا نہیں ہے۔(وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰی يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ)''اور اس کے بعد برزخ (آڑ) ہے اس دن تک کے لئے جب کہ وہ دوبارہ کھڑے کیے جائیں گے'' یہ برزخ کا لفظ ہے جو قرآن کریم میں استعمال ہوا، عالم برزخ وسیع مفہوم والا لفظ ہے اس لیے کہ قبر کا جو مفہوم ہمارے ذہن میں ہے کہ وہ ''مٹی کا گڑھا'' ہے لیکن ممکن ہے کسی شخص کا انتقال ہوا میں ہو جائے اللہ اپنی حفظ وامان میں رکھے جہاز کے اندر ہو جائے یا سمندر میں ڈوب کر ہو جائے تو معروف معنی میں ہمارے سامنے اس کی قبر تو نہیں ہے، تو دراصل برزخ کا لفظ وسیع تر ہے قبر کا لفظ احادیث مبارکہ میں استعمال ہوا ہے۔ اب وہاں بھی کچھ معاملات ہیں جامع ترمذی کی روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا! دفن کرنے کے بعد منکر نکیر آتے ہیں اور تین سوال کرتے ہیں تمہارا رب کون ہے؟ تمہارا دین کیا؟ اور تمہارا نبی کون ہے ﷺ؟ اگر آج رب کو رب مان کر اس کی مانی ہوگی، دین کو دین قبول کر کے اس کی تعلیمات پر عمل کیا ہوگا اور واقعتاً رسول ﷺ کو اپنا رسول اور رہنما، اسوۂ حسنہ مان کر ان کی تعلیمات پر عمل کیا ہوگا تو ان شاء اللہ تعالیٰ وہاں جواب دے سکیں گے اور اگر ایسا نہیں ہے تو ظاہری بات ہے کہ کمرۂ امتحان میں طالب علم انہی سوالات کے جوابات دے پاتا ہے جس کی وہ تیاری کر کے آیا ہوتا ہے۔ اللہ آج ہمیں آنکھوں کے بند ہونے

سے پہلے پہلے ان سوالات کی تیاری کی توفیق عطا فرمائے (آمین)۔ پھر اللہ کے رسول ﷺ کی طویل حدیث ہے جامع ترمذی میں کہ یہ قبر جنت کے باغیچوں میں سے ایک باغیچہ ہے یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔ اور یہ عذاب قبر کا معاملہ ایسا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ہمیں اس کی دعائیں سکھائیں ہیں فرض نماز کے بعد (اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ) ''اے اللہ میں تیری پناہ میں آنا چاہتا ہوں قبر کے عذاب سے'' (آمین) آج قبر کے عذاب کا انکار کرنے والے لوگ بھی موجود ہیں رسالت مآب ﷺ کی حدیث کو نہ ماننا بحث الگ ہے ہم تو اللہ کا شکر ہے مانتے ہیں یہ دعا ہمیں اپنے معمولات میں بھی شامل کر لینی چاہئے (اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ) جناب یہ دوسرا مرحلہ ہو گیا ہمارے سفرِ زندگی کا جو آخرت کی طرف چل رہا ہے یعنی برزخ کی زندگی۔

(3) اب آیئے تیسرے مرحلے کی طرف وہ ہے قیامت کے دن کی پیشی جس دن دوبارہ کھڑا کیا جائے گا مثال کے طور پر سورۃ یٰسین میں اس کا ذکر آیا آیت نمبر 51 میں (وَنُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَاِذَاھُمْ مِنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰی رَبِّھِمْ یَنْسِلُوْنَ) ''اور صور میں پھونک ماری جائے گی اور وہ قبروں سے اپنے رب کی طرف سیدھے دوڑتے ہوئے نکلیں گے'' یہ ہے تیسرا مرحلہ روز قیامت کے دن سب کو زندگی عطا کی جائے گی۔

یہاں توجہ سے ان لوگوں کی کیفیت سن لیجئے جنہوں نے اس دنیا میں رہتے ہوئے اللہ کی کتاب کو فراموش کیا ہو گا کچھ لوگ اندھے بنا کر کھڑے کئے جائیں گے قرآن نے کہا سورۃ طٰہٰ آیت نمبر 126,125,124 (مَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِکْرِیْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِیْشَةً ضَنْکاً) ''جس نے میرے اس ذکر سے منہ پھیر لیا (اور اس آیت سے پہلے وحی کا ذکر ہے مراد آخری وحی قرآن حکیم ہی ہوگی) میں اس کی زندگی تنگ کر دوں گا اس سے سکونِ قلب چھین لوں گا (یہ دنیا کی زندگی کا عذاب ہے) (وَنَحْشُرُهٗ یَوْمَ الْقِیَامَةِ اَعْمٰی) اور قیامت کے دن ہم ایسے شخص کو اندھا بنا کر کھڑا کریں گے (قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِیْ اَعْمٰی وَقَدْ کُنْتُ بَصِیْراً) وہ کہے گا کہ اے اللہ تو نے مجھے اندھا بنا کر کیوں کھڑا کر دیا یہ میری دنیا میں آنکھیں تھیں میں خوب دیکھتا تھا'' (قَالَ کَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰیٰتُنَا فَنَسِیْتَهَا وَکَذٰلِكَ الْیَوْمَ تُنْسٰی) اسی طرح میری

آیات تیرے پاس آیا کرتی تھیں میرا کلام تجھے پیش کیا جاتا تھا اور تجھے میری کتاب کی طرف بلایا جاتا تھا تو نے اسے فراموش کر دیا نظر انداز کر دیا تو آج ہم بھی تجھے اپنی رحمت سے دور کر دیں گے'' بڑے شدید الفاظ ہیں، ایسے برے انجام سے اللہ ہماری حفاظت فرمائے اور اللہ اپنی کتاب کو ہمیں دل کی گہرائیوں کے ساتھ ماننے اور باقاعدہ تلاوت کرنے اس پر عمل کرنے اس کو سمجھنے اور اس کے پیغام کو دوسروں تک پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے (آمین) یہ جناب تیسرا مرحلہ ہوا قیامت کے دن کھڑا کیا جانے کا۔

(4) اب آیئے چوتھے مرحلے کی طرف حشر کے میدان میں حاضری ہوگی تمام کے تمام لوگ جن کو بھی اول و آخر پیدا کیا گیا وہ پیش کیے جائیں گے۔ سورۃ الکھف میں اللہ رب العزت نے اس کی تفصیل بیان فرمائی آیت نمبر 47 اور 48 (وَيَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ) ''اور پہاڑوں کو اس دن ہم چلا دیں گے اڑا کر رکھ دیں گے'' (وَتَرَى الْأَرْضَ بَارِزَةً) ''زمین تم دیکھو گے کہ چٹیل میدان ہو چکی ہوگی'' (وَحَشَرْنَاهُمْ) '' اور ہم سب کو جمع کریں گے'' (فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ أَحَدًا) ''اور کسی ایک کو بھی باقی نہیں چھوڑیں گے'' (وَعُرِضُوا عَلَىٰ رَبِّكَ صَفًّا) ''اور یہ سارے کے سارے (اے نبی ﷺ) آپ کے رب کے سامنے صفیں باندھ کر پیش کر دیئے جائیں گے'' (کہا جائے گا) (لَقَدْ جِئْتُمُونَا كَمَا خَلَقْنَاكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ) ''یقیناً تم سب ہمارے پاس آ چکے ہو جیسا کہ ہم نے تم سب کو پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا'' میں نے ابتداء میں پہلی مرتبہ پیدا کرنے کا ذکر کیا تھا کہ عالم ارواح میں سب کو ایک وقت میں پیدا کیا اور دنیا میں یکے بعد دیگرے آتے چلے گئے پہلے ہمارے پڑدادا آ گئے اور پھر ہمارے دادا آ گئے اور پھر ہمارے والد صاحب آ گئے اور پھر ہم آ گئے اور پھر ہماری اولاد آ گئی لیکن قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان سب کو ایک ہی مرتبہ جمع فرمائے گا یہ چوتھا مرحلہ حشر کے میدان میں پیشی کا ہو گیا۔

(5) اب آیئے پانچواں مرحلے کی طرف! یہ مرحلہ اعمال ناموں کو تقسیم کرنیکا ہے سورۃ الکھف آیت 49 میں فرمایا (وَوُضِعَ الْكِتَابُ) ''اور کتاب رکھ دی جائے گی'' اعمال نامے کھول کر پیش کر دیئے جائیں گے (فَتَرَى الْمُجْرِمِينَ مُشْفِقِينَ مِمَّا فِيهِ) ''پس تم دیکھو گے مجرمین کو کہ جو کچھ اس اعمال نامے میں ہوگا وہ اس سے ڈر رہے ہوں گے (وَيَقُولُونَ) ''اور وہ کہہ رہے

ہوں گے‘‘(یٰـوَیۡـلَتَـنَـا مَـا لِهٰذَاالۡـكِتٰـبِ) ’’ہائے ہماری شامت یہ کیسی کتاب ہے‘‘ (لَا یُغَادِرُ صَغِیۡرَةً وَّلَا كَبِیۡرَةً اِلَّا اَحۡصٰىهَا) ’’یہ تو کسی بھی عمل کو نہیں چھوڑتی خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا مگر یہ کہ اس نے اس کا احاطہ کر رکھا ہے‘‘(وَوَجَـدُوۡا مَـا عَـمِـلُوۡا حَاضِراً) ’’اور جو کچھ انہوں نے اعمال کیئے ہوں گے وہ اس کو موجود پائیں گے‘‘(وَلَا یَظۡلِمُ رَبُّكَ اَحَداً) ’’اور اے نبی ﷺ آپ کا رب کسی ایک پر بھی ظلم فرمانے والا نہیں ہے‘‘ _______ ان باتوں کو آج سمجھنا کوئی مشکل نہیں ہے یہ میرے سامنے لیپ ٹاپ رکھا ہوا ہے زندگیوں کی زندگیاں اس میں ریکارڈ ہوسکتی ہیں، یہ (ویڈیو) کیمرہ سامنے لگا ہوا ہے ایک ایک سیکنڈ کی حرکت اس میں ریکارڈ ہوسکتی ہے آڈیو ریکارڈنگ بھی ہورہی ہے اور ویڈیو ریکارڈنگ بھی ہورہی ہے، ایک سیکنڈ میں کیا کچھ ہورہا ہے یہ بھی آج انسان نے معلوم کرلیا، سیٹلائٹ چینل پر چھوٹی سی کیسٹ چلتی ہے اسے D.V کہتے ہیں اس کی تقریباً 100 برس کی گارنٹی ہے کہ وہ سو برس تک کارآمد رہ سکتی ہے یہ وہ حضرت انسان ہے جس نے آج تک اپنے دماغ کا اوسطاً 7 فیصد حصہ استعمال کیا ہے، وہ اللہ جو کائنات کا رب ہے اس نے کیا کیا انتظامات کیے ہوں گے انسانوں کے اعمال کو ریکارڈ کرنے کے لیے، انسان یہ سب دیکھ کر ہی تو کہیں گے ’’کیسی ہے یہ کتاب اس نے کسی عمل کو نہیں چھوڑا خواہ چھوٹا ہو یا بڑا وہ اس نے لکھ رکھا ہے ایک ایک عمل وہاں پر پیش ہوگا (اَللّٰهُـمَّ حَاسِبۡنَا حِسَابًا یَّسِیۡرًا) ’’اے اللہ ہمارے حساب کو آسان فرمادے‘‘ (آمین) جناب یہ پانچواں مرحلہ ہوا اعمال نامے پیش کیے جائیں گے۔

(6) اس کے بعد چھٹا مرحلہ بہت ہی اہم مرحلہ اور ہمارے حساب کتاب کا مرحلہ ہے یعنی ہمارے اعمال کا محاسبہ (ACCOUNTABILITY) شروع ہوگی یہ محاسبہ قیامت کے دن دو PHASES (مرحلوں) میں ہوگا ایک مرحلہ امتوں کے LEVEL پر ہوگا اور ایک مرحلہ افراد کے LEVEL پر ہوگا۔ ہم اپنے اس سفر کا چھٹا مرحلہ سمجھ رہے ہیں جو کہ آخرت میں اعمال کا محاسبہ ہے اس میں محاسبے کا پہلا مرحلہ اجتماعی سطح، امتوں کی سطح پر ہوگا مثال کے طور پر سورۃ النساء آیت نمبر 41 میں فرمایا (فَـكَیۡفَ اِذَا جِـئۡـنَـا مِـنۡ كُـلِّ اُمَّةٍ بِشَهِیۡدٍ وَّجِئۡنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَاءِ شَهِیۡدًا) ’’کیا کیفیت ہوگی اے نبی جس دن ہم ہر امت میں سے گواہ (اس کے رسول)

کو کھڑا کریں گے اور اے نبی آپ کو گواہ بنا کر کھڑا کریں گے۔ (آپ کی امت میں سے) ان لوگوں کے خلاف'' آپ میں سے اکثر ساتھیوں کو علم میں ہوگا کہ یہ آیت سن کر اللہ کے نبی ﷺ رو دیئے تھے عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ تلاوت کر رہے تھے اللہ کے رسول ﷺ کو دوسروں سے تلاوت سننا پسند تھا وہ گردن جھکائے سورۃ النساء کی تلاوت میں لگ گئے جب یہ 41 ویں آیت آئی تو اللہ کے رسول ﷺ نے کہا۔ حَسْبُكَ حَسْبُكَ'' کافی ہے رک جاؤ'' سر اٹھا کر دیکھا تو اللہ کے رسول ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے، مجھے اپنی امت کے خلاف کھڑا ہونا ہوگا یہ کہنا ہوگا کہ اے اللہ میں نے تو پیغام پہنچا دیا تھا اس کے بعد یہ خود ذمہ دار تھے۔ بھائیو! وہ تو رو دیئے تھے اس حساسیت کی بنیاد پر کہ مجھے اس امت کے خلاف کھڑ ہونا ہوگا۔ کیا کبھی ہمیں بھی کچھ رونا آتا ہے؟ کیا کبھی ہمارے اندر بھی حساسیت پیدا ہوتی ہے؟ کہ کل ہمارا بھی محاسبہ ہونا ہے اور یاد رکھیے کہ امت محمدی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کی بنیاد پر بھی ہونا ہے ہمارا دعویٰ ہے کہ اب کوئی کتاب نہیں آئے گی اب کوئی رسول نہیں آئیں گے تو اب لوگوں تک ہدایت کا پیغام کون پہنچائے گا یہ امت پہنچائے گی یہ بھی ہمارا فریضہ ہے ہماری یہ بھی ذمہ داری ہوگی کیا اس پر رونا آتا ہے؟ اس کی ادائیگی کی کوئی فکر ہے اللہ آپ کو اور مجھے سوچنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین) یہ ہے امت کی سطح پر محاسبہ ہے اسی طرح ایک اور مقام پر قرآن نے کہا کہ سورۃ الاعراف میں آیت 6 (فَلَنَسْئَلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ وَلَنَسْئَلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ) ''ہم لازماً رسولوں سے بھی سوال کریں گے (کہ اہمارا پیغام پہنچایا تھا کہ نہیں اتمام حجت کر دی تھی کہ نہیں) اور لازماً ان سے بھی پوچھیں جن کی طرف رسولوں کو بھیجا گیا'' کہ ہاں بھئی تم تک پیغام پہنچا تھا تم نے کیا کیا؟ یہ ہے امتوں کی سطح پر، اجتماعی سطح پر محاسبے کا پہلا مرحلہ ہے ———— محاسبے کا دوسرا مرحلہ ایک ایک فرد کی بنیاد پر ہے اور اتنا بھاری مرحلہ ہے کہ قرآن کی ایک آیت ہلا دیتی ہے اس کے اوپر صحابہ رضی اللہ عنہم رو دیئے تھے سورۃ البقرہ کی آیت 285 (وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِىْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ) ''جو کچھ تمہارے دلوں کے اندر ہے تم اسے ظاہر کر لو یا چھپا کر رکھو اللہ محاسبہ کر لے گا'' وہ تو علیم بذات الصدور ہے وہ تو سینوں کے رازوں سے بھی واقف ہے، تو ڈرنا اس حد تک چاہیے کہ اندر جو کچھ ہے اس کا بھی محاسبہ ہو سکتا ہے یہ ڈر ہمارے اندر ہونا چاہئے۔ یہ ہے محاسبے کا دوسرا مرحلہ یعنی

انفرادی سطح پر لوگوں کا حساب کتاب اور یہاں کچھ سوالات ہوں گے جو ہمیں بچپن سے یاد ہیں سب سے پہلا سوال طبرانی شریف کی روایت ہے کہ نماز کے متعلق ہوگا یہ اگر درست ہوئی تو آگے کا مرحلہ درست رہے گا ان شاء اللہ اور اگر اسمیں بگاڑ آ گیا تو آدمی بربادی کی طرف جاتا رہے گا۔ اللہ ہمیں تمام نمازوں کا باجماعت اہتمام کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔ فجر کی نماز مشکل لگتی ہے لیکن منزل اگر پیش نظر ہو تو مشکل پھر مشکل نہیں رہے گی۔ اللہ ہمیں اس کا یقین عطا فرمائے۔ اور یہ ہو رہا ہے محاسبہ انفرادی سطح پر اکیلے اکیلے ہر فرد کا، اس کو قرآن نے کہا سورہ مریم آیت 95 (وَكُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَرْدًا) ''ہر ایک ان میں سے اکیلے اکیلے اللہ کے سامنے پیش ہوگا''۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ باپ روٹی کھالے تو بیٹے کی بھوک نہیں مٹ سکتی اور بیٹا بیمار ہو اور دوائی کڑوی ہو تو باپ کے دوائی پی لینے سے بیٹے کو شفا نہیں مل سکتی، ہر ایک کو اپنی تیاری خود کرنی چاہیے ہاں اولاد نیک ہو ماں باپ کے کام آسکے گی ان شاء اللہ صدقہ جاریہ بنے گا مسلم شریف کی روایت کے مطابق۔ قرآن ہر ایک کو دعوت دیتا ہے سورۃ الحشر آیت 18 (يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ) ''اے ایمان والو اللہ کا تقویٰ اختیار کرو (اللہ کی نافرمانی سے بچنے کی کوشش کرو) اور چاہئے کہ تم میں سے ہر ایک دیکھے کہ اس نے کل کے لیے کیا تیاری کی'' بھائیو! یہ کل کیا ہے وہ قیامت ہی ہے اس کو دور نہ سمجھئے گا، کبھی کبھی مسلمانوں کے ذہنوں میں آجاتا ہے کہ ابھی تو امام مہدی رحمۃ اللہ علیہ بھی آئیں گے ابھی تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی تشریف لائیں گے ابھی تو ARMAGADON بھی ہونی ہے بڑی بڑی جنگیں بھی ہونی ہیں اس کے بعد قیامت آئے گی۔ یہ ان لوگوں کے تصورات ہیں جن کے پاس تھوڑی بہت قرب قیامت کی نشانیوں کی معلومات ہے لیکن بھول جاتے ہیں وہ اس حدیث مبارکہ کو جو سنن نسائی میں ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا (مَنْ مَاتَ فَقَدْ قَامَتْ قِيَامَتُهٗ) ''جو مر گیا اس کی تو قیامت واقع ہوگئی'' بھائیو! وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یا حضرت مہدی کو کہاں دیکھ سکے گا؟ وہ کہاں دیکھے گا (اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ وَاِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ وَاِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ) ''کہ آسمان پھٹ جائے گا اور ستارے جھڑ پڑیں گے اور سمندر ابل پڑیں گے قبریں کھول دی جائیں گی'' فرمایا (مَنْ مَاتَ فَقَدْ قَامَتْ قِيَامَتُهٗ) ''جو مر گیا اس کی تو

قیامت واقع ہوگئی‘‘ اور کبھی تیاری میں تاخیر نہ کیجئے اور کبھی قطعاً MARGIN نہ دیجئے کہ ابھی وقت باقی ہے۔میں چار مثالیں آپ کے سامنے رکھنا چاہوں گا۔1۔میرے چچا کا بیٹا پیدا ہوا ایک سانس لی اور انتقال ہوگیا۔2۔بھائی کے دوست کا بیٹا تین دن بعد انتقال ہوگیا۔3۔اور بھتیجی ڈیڑھ برس کی عمر میں بھائی کے ہاتھ میں اس کا سانس رکا اور اس کا انتقال ہوگیا تینوں کا جنازہ میں نے خود پڑھایا اور 4۔ایک میرا اسٹوڈنٹ تھا ACCA کرر ہا تھا دینی اعتبار سے بھی میرے دروس میں آیا کرتا تھا 21 برس کی عمر میں بہن بھائیوں کو صبح سکول چھوڑ کر آیا اور ساڑھے آٹھ بجے آ کر لیٹا ہے اور پونے نو بجے انتقال ہوگیا ویسے اللہ اسباب کا پابند تو نہیں ہے نہ لیکن سمجھنے کے لیے چاروں CASES کے اندر کوئی APPARENT یا بیماری کوئی تکلیف کچھ نہیں تھا ایک سانس تین دن ڈیڑھ برس اور 21 سال۔آپ کی اور میری زندگی کی کیا حقیقت ہے؟ اور کیا آپ کی اور میری SURITY کی بات ہے ’’تو جو مر گیا اس کی تو قیامت قائم ہوگئی‘‘

جامع ترمذی کی مشہور روایت ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا کہ بندے کے قدم اس کی جگہ سے ہٹ نہ سکیں گے جب تک وہ پانچ سوالات کے جوابات پیش نہ کردے: نمبر 1 زندگی کہاں لگائی۔نمبر 2 جوانی کہاں کھپائی۔نمبر 3 مال کہاں سے کمایا۔نمبر 4 مال کہاں خرچ کیا۔اور نمبر 5 جو علم حاصل کیا اس پر کتنا عمل کیا______ اللہ کے حبیب ﷺ نے فرمایا کہ جب تک بندہ ان سوالات کے جوابات پیش نہیں کردے گا اس کے قدم اس کی جگہ سے ہٹ نہیں سکیں گے۔ اللہ ہمیں ان کی تیاری کی توفیق دے (آمین) پھر سورۃ التکاثر کی آخری آیت میں فرمایا (ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ) ’’پھر (قیامت کے دن) تم سے لازماً نعمتوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا‘‘ سنن نسائی اور مسند احمد میں واقعہ ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ شدید بھوک کی حالت میں جارہے تھے راستے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ملے وہ بھی بھوک سے دوچار تھے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ملے وہ بھی شدید بھوک سے دوچار تھے آپ نے اپنی بھوک برداشت کرلی تھی لیکن اپنے دو وزیروں کی برداشت نہیں کی، جامع ترمذی کی روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ ہر نبی کے دو وزیر آسمانوں میں ہوتے ہیں اور دو زمین میں اور میرے دو وزیر آسمان میں جبرئیل علیہ السلام اور میکائیل علیہ السلام ہیں اور زمین میں ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔ایک اور حدیث

میں ہے کہ ایک دن حضرت ابوبکرؓ آپ کے سیدھے ہاتھ تھے اور عمرؓ آپ کے الٹے ہاتھ تھے آپ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن بھی ہم ایسے ہی ہوں گے۔ تو ان دو وزیروں کو بھوکا دیکھ کر آپ برداشت نہ کر سکے ایک انصاری صحابیؓ کے گھر تشریف لے گیے جو مال دار تھے بڑے خوش ہوئے اور کہنے لگے کہ آج مجھے اللہ کے رسول ﷺ اور اس کے دو وزیروں کی مہمان نوازی کا شرف حاصل ہو رہا ہے بہر حال انہوں نے سب کچھ اہتمام کیا میٹھی کھجور بھی آ گئی ٹھنڈا اور شیریں پانی بھی آ گیا اور لذیذ گوشت بھی آ گیا اور عمدہ روٹی بھی آ گئی اللہ کے رسول ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے کہ یہ لذیذ کھجور بھی اللہ کی نعمت ہے یہ عمدہ گوشت بھی اللہ کی نعمت ہے یہ عمدہ روٹی بھی اللہ کی نعمت ہے یہ ٹھنڈا پانی بھی اللہ کی نعمت ہے کل اس کا جواب دینا پڑے گا اور آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے (فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ) ''اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو تم جھٹلاؤ گے کن کن نعمتوں کا تم انکار کرو گے'' لیکن میرے بھائیو، بزرگو اور میری بہنو! یاد رکھیے اللہ کی سب سے بڑی نعمت نعمتِ ہدایت ہے ہدایت ہے تو مال بھی نعمت ہے ورنہ مال انسان کو قارون بنا دے گا ہدایت ہے تو اقتدار و اختیار بھی نعمت ہے ورنہ یہ اقتدار اور اختیار بھی انسان کو فرعون بنا سکتا ہے اس نعمت کا بھی جواب دینا ہے۔ قرآن اللہ کا آخری پیغام، محمد ﷺ اللہ کے آخری رسول اور دین حق کتنی بڑی نعمتیں ہیں ان کا جواب دینا ہے کہ میرے قرآن کے ساتھ، میرے رسول کے ساتھ، میرے دین کے ساتھ کیا کیا؟ اللہ ہمیں تیاری کی توفیق دے (آمین)۔

یہ جناب چھٹا مرحلہ ہے جو میں نے آپ کے سامنے رکھا کہ اجتماعی سطح پر امتوں کا محاسبہ اور انفرادی سطح پر ایک ایک فرد کا محاسبہ اور بہت میں سے چند سوالات آپ کے سامنے رکھے نماز کا سوال اور نعمتوں کے سوالات بھی آئے شکر اس کا ادا کرنا چاہئے اور سب سے بڑی نعمت اللہ کی کتاب، اللہ کا رسول، اللہ کا دین اور اس کے تقاضوں پر بھی عمل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے اب یہاں ہم اپنے لیکچر میں ذرا سی جدت پیدا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں جو موضوع چل رہا ہے اس کے حوالے سے بڑی خوبصورت نظم ہے جو ہم ابھی سنیں گے اور میں ابھی امید کرتا ہوں کہ ہم نے اب تک اب تک جو گفتگو ہوئی ہے اور جو اس کے بعد ہو گی اس کا اچھا تأثر آپ کے سامنے آ سکے گا۔

پہلے تو یہ سوچے میں کس قدر بیمار ہوں
اور پھر مرنے کو گویا اب تو میں تیار ہوں
بعد اس کے سوچئے میں مرگیا روتے ہیں سب
میرے مرنے کی خبر سن کر جمع ہوتے ہیں سب
مجھ کو تختے پر لٹایا اور نہلانے لگے
پھر کفن کچھ لوگ مل کر مجھ کو پہنانے لگے
اب مجھے سب دیکھتے ہیں آخری دیدار ہے
سب کے دل میں حسرتیں ہیں سب کے دل میں پیار ہے
اب جنازہ ہے میرا تیار لے جانے لگے
اہل خانہ کو میرے کچھ لوگ بہلانے لگے
لا کے میت کو میری مسجد کے باہر رکھ دیا
اور پھر میرا جنازہ سب نے مل کر پڑھ لیا
اب مجھے کچھ لوگ قبرستان لے جانے لگے
پھر وہ قبرستاں پہنچ کر مجھ کو دفنانے لگے
کل تلک اپنے تھے جو وہ آج بیگانے لگے
جب اندھیرے میں مجھے سب چھوڑ کر جانے لگے
قبر میں اب میں ہوں تنہا پاس ہیں منکر نکیر
جانب حق سے یہ گویا آئے ہیں بن کر سفیر
اب انہوں نے جو کیا مجھ سے آخر کوئی سوال
پاس تو کچھ بھی نہیں اس بد عمل کے جز ملال
پھر یہ سوچیں حشر کا میدان قائم ہوگیا
روز محشر عدل کا میزان قائم ہوگیا
میں کھڑا ہوں اک طرف، ہے خوف سے حالت بُری

کیا دکھاؤں گا میں صورت ،ہے میری سیرت بُری
غیب سے اتنے میں اک آواز آتی ہے مجھے
ذات اس قہّار کی جیسے بلاتی ہے مجھے
آ ادھر آ بدعمل تیرا بھی اب لے لوں حساب
کھول نالائق ذرا اعمال کی اپنی کتاب
اب سوالوں سے میں اس کے ہوگیا ہوں لا جواب
خُلد میں جانا کجا ، یاں ہو گیا اب حکم عذاب
اب فرشتوں کے لیے ہوتاہے یہ ارشاد حق
ڈال دو دوزخ میں اس کو تا کہ حاصل ہوسبق
زندگی بھر یہ برے اعمال کرتا ہی رہا
عالم فانی کی رنگینی پہ مرتا ہی رہا
اور ستم اس پر کہ خود کو باعمل کہتا تھا یہ
اپنی ہی تعریف میں شعر و غزل کہتا تھا یہ
کیا نہ تھا معلوم اس کو ایک دن پیشی بھی ہے
آخرت ہے اس کا گھر دنیا میں یہ پردیسی ہے
اس نے اپنی عاقبت تو خود ہی کرلی ہے تباہ
سن کے یہ باتیں جھکی ہے شرم سے میری نگاہ
لوگ سارے دیکھتے ہیں مجھ ذلیل و خوار کو
خاسر و بدبخت کو بدکار کو لاچار کو
اب سوائے حسرت و افسوس کے کیا کیجیے
اے آثر اس بات کو ہر روز سوچا کیجیے

بِسمِ اللّٰہِ اَوّ لہٗ وَآخِرَہ

چھٹا مرحلہ ہم نے سمجھا قیامت کے دن محاسبے (ACCOUNTABILITY) کا اجتماعی سطح پر امتوں کا بھی محاسبہ اور انفرادی سطح پر ایک ایک فرد کا بھی محاسبہ (اَللّٰھُمَّ حَاسِبْنَا حِسَاباً یَسِیْرًا) اے اللہ ہمارے حساب کو آسان فرما دیجئے۔ (آمین)

(7) اس کے بعد ساتواں مرحلہ ہے جب یہ سب مراحل طے ہو چکے ہوں گے اور حساب کتاب ہو گیا ہو گا نتائج تقریباً DECIDE بھی ہو چکے ہوں گے تو اس موقع پر کچھ لوگ اللہ کے سامنے بھی جھوٹ بولنے کی کوشش کریں گے چنانچہ قرآن حکیم میں سورۃ الانعام میں آیت نمبر 23 میں مشرکین کا ذکر کیا ہے (وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ) ''وہ کہیں گے کہ اللہ ہمارے رب کی قسم ہم تو مشرک نہیں تھے'' تو یہ ہے وہ گھناؤنا جرم شرک کہ جب انسان کے وجود میں جڑ پکڑ جائے تو یہ اس انتہا پر لے جاتا ہے کہ انسان لوگوں کے سامنے تو جھوٹ بولتا ہی ہے اللہ کے سامنے بھی جھوٹ بولے گا، اسی طرح کا بیان قرآن مجید میں منافقین کے بارے میں بھی آیا ہے سورۃ المجادلہ آیت نمبر 18 (يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعاً فَيَحْلِفُوْنَ لَهٗ كَمَا يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ) ''مسلمانو جس دن اللہ انہیں دوبارہ کھڑا کرے گا تو جیسے تمہارے سامنے جھوٹی قسمیں کھاتے تھے اپنے ایمان کے دعوے کے لیے اسی طرح اللہ کے سامنے بھی جھوٹی قسمیں کھائیں گے'' یہ ہے نفاق کا انجام جس سے پناہ محمد ﷺ بھی مانگتے تھے (اللھم طھر قلبی من النفاق) ''اے اللہ میرے دل کو نفاق سے پاک فرما دے'' یہ شرک ونفاق وہ گھناؤنے جرائم ہیں جو انسان کو اس گراوٹ تک لے جاتے ہیں کہ اللہ کے سامنے جب پیشی ہو گی تو وہاں بھی انسان جھوٹ بولے گا۔ اللہ اس برے طرز عمل اور انجام سے ہم سب کی حفاظت فرمائے۔ جب یہ ساتواں مرحلہ ہو رہا ہو گا لوگ اپنے اعمال کے اوپر پردے ڈالنے کے لئے جھوٹ بول رہے ہوں گے جھوٹی قسمیں کھا رہے ہوں گے تو آٹھواں پیش آ جائے گا۔

(8) آٹھواں مرحلہ یہ ہے کہ اللہ کی طرف سے گواہ پیش کر دیئے جائیں گے اور طرح طرح کی گواہی آ رہی ہو گی چنانچہ قرآن نے اس کا ذکر کیا ہے سورۃ الزمر آیت نمبر 69 میں (وَوُضِعَ الْكِتَابُ وَجِيْٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ وَالشُّهَدَآءِ) ''اور کتاب (اعمال نامہ) پیش کر دی جائے گی اور اور انبیاء بھی آ جائیں گے اور گواہی دینے والے بھی آ جائیں گے'' اور گواہیوں کی ایک LIST ہے

جو قرآن کریم ہمیں بتاتا ہے سورۃ النور آیت نمبر 24 میں ہے کہ زبان گواہی دے گی انسان کے خلاف، سورۃ یٰسین آیت 65 میں ہے کہ ہاتھ اور پاؤں گواہی دیں گے انسان کے خلاف، سورۃ حم السجدہ (جسے سورۃ فُصِّلَتْ بھی کہا جاتا ہے) آیت 20 اور 21 میں ہے کہ ہماری بصارت ہماری سماعت اور ہماری کھالیں گواہی دیں گی قیامت کے دن ______ انسان چھپ کر گناہ تو کرلیتا ہے شاید بندوں کا خوف تو کرلیتا ہے مگر اللہ کا نہیں کرتا لیکن کل اسی جسم کے اندر سے یہ چھ اعضاء پیش کردیئے جائیں گے زبان، آنکھ، کان، ہاتھ، پیر اور انسان کی کھال، انسان کہے گا۔ (لِمَ شَهِدتُّمْ عَلَيْنَا) ''تم نے میرے خلاف گواہی کیوں گی'' تو وہ کھالیں جواب دیں گی (اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِىْ اَنْطَقَ كُلَّ شَىْءٍ) ''اس نے ہمیں بولنے کی صلاحیت دی جس نے سب کو بولنے کی صلاحیت دی'' یہ کھال کل گواہی دے گی کہاں بچ سکتا ہے انسان چھ گواہیاں ہوگئیں پھر (كِرَاماً كَاتِبِيْنَ يَعْلَمُوْنَ مَاتَفْعَلُوْنَ) یہ معزز لکھنے والے یہ گواہی دیں گے کل تمہارے خلاف ان کا لکھا ہوا پیش کردیا جائے گا، قرآن کہتا ہے سورۃ الزلزال میں (يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا) یہ زمین کل خبریں بیان کرے گی لوگوں کے اعمالوں کی، اعمال نامہ بھی ایک گواہی ہے جس کا ذکر بھی آچکا ہے اور سب سے بڑی گواہی خود اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ہے (اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ) ''وہ اللہ یقیناً سینوں کے رازوں تک سے واقف ہے'' کہاں بچ سکتے ہو (اَللّٰهُمَّ حَاسِبْنَا حِسَابًا يَّسِيْرًا) (آمین) یہ ہوگیا آٹھواں مرحلہ جناب کہ جب ساتویں مرحلہ میں لوگوں نے جھوٹ بولنے کی کوشش شروع کی ہوگی تو اللہ تعالی کی جانب سے خود گواہی پیش کردی جائے گی یہ گواہیوں کا ایک سلسلہ ہے جو وہاں پیش کیا جائے گا۔

(9) اس کے بعد نواں مرحلہ آئے گا جیسا کہ دنیا میں بھی ہوتا ہے کہ مجرم پیسہ دے کر بھی کبھی چھوٹ جاتے ہیں فون کروا کر چھوٹ جاتے ہیں اور ملک سے باہر جا کر یا اپنے تعلقات استعمال کر کے بچ جاتے ہیں وغیرہ وغیرہ، اللہ کے لیے تو یہ معاملہ نہیں ہوسکتا اس بارے میں اللہ نے آج اپنے اس کلام میں واضح فرمادیا مثال کے طور پر سورۃ البقرۃ آیت 123 میں اس کا ذکر آگیا (وَاتَّقُوْا يَوْماً لَاتَجْزِىْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْئاً وَلَا يُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ وَلَاتَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ وَلَاهُمْ يُنْصَرُوْنَ) ''اے لوگوں ڈرو اس دن سے جس دن کوئی انسان کسی دوسرے

انسان کے کام نہیں آئے گا اور نہ ہی کوئی نفس کسی نفس کے کام آئے گا اور نہ ہی کسی سے کوئی فدیہ قبول کیا جائے گا نہ کوئی جھوٹی شفارش چل سکے گی نہ کوئی کسی کی مدد کر سکے گا'' یہ سارے چور دروازے ہیں جن پر تالے لگا کر ہر انسان کو اس کی عدالت میں خود پیش کیا جائے جھوٹ بولے گا یہ گواہیاں پیش کردی جائیں گی۔ اللہ العدل ہے وہاں پر انصاف JUSTICE نہیں ہوگا تو پھر کہاں ہوگا۔ چھ مرتبہ قرآن کہتا ہے کہ(اَلَّا تَـزِرُ وَازِرَـةٌ وِّزْرَاُخْرٰی)''کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا'' لیکن اسی نویں مرحلے کے اندر ایک اور شدید مرحلہ پیش آئے گا کہ لوگ بھاگنا چاہیں گے، بچنا چاہیں گے بہت کچھ کرنا چاہیں گے سورۃ المعارج کی آیات شدید ترین ہیں اس معاملے میں آیت 11 سے 17 (یَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْیَفْتَدِیْ مِنْ عَذَابِ یَوْمِئِذٍبِبَنِیْهِ وَصَاحِبَتِہٖ وَاَخِیْـهِ وَفَصِیْلَتِـهِ الَّتِیْ تُئْوِیْهِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ثُمَّ یُنْجِیْهِ کَلَّااِنَّهَـا لَظٰیْ نَزَّاعَةً لِّلشَّوٰی تَدْعُوْ مَنْ اَدْبَرَ وَتَوَلّٰی وَجَمَعَ فَاَوْعٰی)۔''اس دن مجرم چاہے گا کہ (عذاب جہنم سے بچنے کے لیے) اپنے بیٹے کو اپنی بیوی اور اپنے بھائی کو اور اپنے خاندان کو جو اس کی حمایت کرتا تھا فدیے میں دیدے اور جو کچھ زمین میں ہے وہ سب کچھ دے کر چاہے گا کہ بچ جائے، ہرگز نہیں! وہ تو بھڑکتی ہوئی آگ ہے جو کھال کو بھی کھینچ لیتی ہے وہ آگ اس کو اپنی طرف بلائے گی جو پیٹھ پھیر گیا رخ پھیر گیا نافرمانی کر گیا دنیا کے مال واسباب میں مشغول رہا اور اپنی اصل منزل اور اللہ کو بھلا دیا (اَلّٰـلّٰهُـمَّ اَجِـرْنَـا مِنَ النَّارِ)''اے اللہ ہمیں آگ کے عذاب سے بچا'' ذرا سوچیے انسان کہہ رہا ہے کہ میرے بیٹے کو جہنم میں ڈال دیجیے مجھے بچالیجیے میری بیوی کو جہنم کے اندر جھونک دو، اور میرے بھائی کو جہنم کے اندر جھونک دو، میرے پورے خاندان کو جہنم کے اندر ڈال دو پوری زمین کو جہنم کے اندر ڈال دو مجھے کسی طریقہ سے بچالو۔ یہ سب کچھ دینے کو انسان تیار ہو جائے گا۔ یہ ہے وہ ہولنا کی جو قرآن بیان کرتا ہے یہ موضوع سورۃ العبس میں بھی آیا آخری پارے میں آیت نمبر 34 سے 37 تک کہ انسان اس دن ہر ایک سے دور بھاگے گا اپنے بھائی سے بھاگے گا، اس سے زیادہ محبت ہوتی ہے اپنے ماں باپ سے ان سے بھی دور بھاگے گا اس سے بڑھ کر بیوی اور اولاد سے محبت ہوتی ہے ان سے بھی دور بھاگے گا ہر ایک کو ایک فکر لاحق ہوگی کہ میں کسی طرح بچالیا جاؤں یہ فکر اس کو باقی ساری فکروں سے

آزاد کردے گی۔ یہ ہے نواں مرحلہ کہ انسان کے کچھ کام نہیں آئے گا، اللہ تعالی اس ذلت ورسوائی اور ہولنا کی سے اور اس حسرت سے ہم سب کی حفاظت فرمائے۔

(10) اس کے بعد دسواں مرحلہ ہے الصراط سے گذرنے کا! عام طور پر ہم اسے پل صراط کہہ دیتے ہیں یہ عربی کا لفظ ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ "پ" عربی میں ہے ہی نہیں، اصل لفظ ہے الصراط معنی راستہ، پل سے ہمارے ذہنوں میں اور ہی طرح کے تصورات آتے ہیں۔لیکن بہر حال یہ الصراط سے گذرنا ہوگا یہ دسواں مرحلہ قرآن حکیم میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور احادیث مبارکہ میں اس کی تفصیل بیان کی گئی ہے مثال کے طور پر سورۃ الحدید کی آیت 12 اور 13 میں اللہ نے اہل ایمان کا ذکر کیا ان کے لئے نور ہی نور ہوگا روشنی ہی روشنی ہوگی (یَسْعٰی نُوْرُهُمْ بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَبِاَیْمَانِهِمْ)ان کے پاس روشنی ہوگی جو ان کے داہنے بھی ہوگی اور سامنے بھی ایمان کا بھی نور ہوگا اور نیک اعمال کا بھی نور ہوگا۔اس سے بھی وہ ان شاءاللہ گزر جائیں گے۔اللہ ہمیں ان میں شامل فرمائے، اس کے برعکس منافقین ہوں گے جن کے پاس نہ ایمان کا نور ہوگا نہ نیک اعمال کا نور ہوگا نام کے مسلمان تھے جھوٹے دعویدار تھے تو تاریکی ہی تاریکی ہوگی وہ صراط سے گزر نہیں سکیں گے یہ سورت الحدید میں اشارہ تو ہے، تفصیلات احادیث میں ہیں مثال کے طور پر جامع ترمذی کی روایت ہے اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا اے عائشہ تین مواقع پر کوئی کسی کو نہیں پوچھے گا ان میں سے ایک موقع یہ صراط سے گزرنے کا ہے جو دنیا میں ایمان کی محنت (جہاد) کر رہا تھا اس کے سامنے ایمان کی روشنی ہوگی اور جو ایمان کے نتیجے میں دنیا میں اعمال کر رہا تھا وہ اعمال کی روشنی لے کر آئے گا وہ تو اس پر سے گزرے گا ورنہ نہیں۔ اور احادیث میں جو نقشہ پیش کیا جائے گا وہ یہ ہے کہ الصراط جہنم کے اوپر سے گزرتا ہے یہی وجہ ہے کہ سورۃ التکاثر میں ہم پڑھتے ہیں (ثُمَّ لَتَرَوُنَّ الْجَحِیْمَ) ''انہیں لازماً جہنم کو دیکھنا پڑے گا'' ہر ایک جہنم کو دیکھے گا یعنی صراط سے اہل ایمان کو تو گزار دیا جائے گا اللہ ہمیں ان میں شامل فرمائے (آمین) اور جو نافرمان اور باغی ہوں گے وہ اوندھے منہ جہنم کے اندر جائیں گے۔یہ ایمان والوں کو کیوں گزارا جا رہا ہے وہ تیزی سے گزر تو جائیں گے لیکن دکھایا کیوں جا رہا ہے؟ دیکھیں شدید گرمی میں کوئی شخص آئے اور آپ اسے ٹھنڈے پانی کا گلاس پیش کریں تو کیا ہوگا؟ اس کے

روئیں روئیں سے شکر نکلے گا اور اب اس گلاس کی قدر و قیمت کا اسے اندازہ ہو گا۔ تو ایمان والوں کو بھی پتا چلے کہ کتنی بڑی ہولنا کی سے اللہ نے بچا کر اپنی رضا کے مقام جنت میں داخل کیا ہے یہ ہے دسواں مرحلہ صراط سے گذرنے کا عام طور پر ہم اسے پل صراط کہتے ہیں صحیح اصطلاح الصراط ہے یعنی راستے سے گزرنا۔ احادیث مبارکہ میں جو نقشہ آیا وہ میں نے عرض کیا کہ یہ جہنم کے اوپر سے جائے گا یہاں سے گزرنے کے لئے ہمیں ایمان اور اعمال صالحہ کی محنت (جہاد) اس دنیا میں کرنی ہے اللہ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے (آمین) یہ مہلت ہے ابھی اس سے کسی نے فائدہ نہ اٹھایا تو وہاں تاریکیاں ہی تاریکیاں ہوں گی آدمی گزر نہیں سکے گا سیدھا جہنم کے اندر جا رہا ہو گا۔

(11) اس کے بعد گیارہواں مرحلہ یہ ہے نافرمانوں کا جہنم کی طرف جانا مثال کے طور پر قرآن مجید میں سورۃ الزمر آیت 71 اور 72 میں اس کی تفصیل بیان کی گئی ہیں (وَسِيقَ الَّذِينَ كَفَرُوا اِلٰى جَهَنَّمَ زُمَرًا) کفر کرنے والوں کو گروہ در گروہ جہنم کی طرف لے جایا جائے گا'' (حَتّٰى اِذَا جَاءُوْهَا فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا) ''جب وہاں پہنچیں گے تو اس کے دروازے کھولے جائیں گے'' (وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا) ''اس کے داروغہ جہنمیوں سے پوچھیں گے'' (اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَتْلُوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيَاتِ رَبِّكُمْ) ''کیا تمہارے پاس تمہیں میں سے رسول نہیں آئے جو تم پر تمہارے رب کی آیات تلاوت کرتے تھے'' (وَيُنْذِرُوْنَ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا) ''اور اس دن کے آنے سے خبردار کیا کرتے تھے'' (قَالُوْا بَلٰى) ''وہ کہیں گے ہاں ہاں ضرور رسول آئے اور انہوں نے خبردار کیا''۔ (وَلٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكَافِرِيْنَ) ''لیکن کفار کے اوپر عذاب کا فیصلہ صادر ہو جائے گا''۔ اُس دن ماننے کا کوئی فائدہ نہیں ماننا ہے تو آج مانو تا کہ عمل ہو سکے اور بھائیو! دیر نہیں کرنی چاہیے اور ماننا یہ نہیں ہے کہ ہم مسلمان ہیں لہٰذا ہم نے مانا ہوا ہے بلکہ اللہ کی ماننا اس کے بعد رسول ﷺ کی ماننا دین کی ماننا یہ عمل بھی تو ضروری ہے۔ اللہ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے (آمین) (قِيْلَ ادْخُلُوْا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خَالِدِيْنَ فِيْهَا) ''اور کہہ دیا جائے گا کہ جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ'' (فَبِئْسَ مَثْوَى لِلْمُتَكَبِّرِيْنَ) ''کیا ہی برا ٹھکانہ ہے تکبر کرنے والوں کا'' ان کا تکبر کیا تھا؟ دنیا کی زندگی میں مست تھے اللہ کی یاد دلائی جاتی تھی، دین کی یاد دلائی جاتی تھی، کتاب کی یاد دلائی جاتی تھی ان کو کوئی فکر ہی نہیں تھی

اکڑ میں تھے اپنی من مانی زندگی بسر کر رہے تھے جیسے چاہو جیو کے نعروں پر عمل کر رہے تھے اور کیا ہے تکبر یہی کہ اللہ کی ماننے کے مقابلے میں نفس کی مانتے تھے یہی تو تکبر ہے ان تکبر کرنے والوں کے لئے جہنم ہے۔(اَللّٰھُمَّ اَجِرْنَا مِنَ النَّارِ)اے اللہ ہمیں آگ کے عذاب سے محفوظ فرما (آمین)۔ یہ گیارہواں مرحلہ ہوگیا جہنم والے جہنم کے اندر جائیں گے۔

(12) بارہواں مرحلہ اہل جنت کو جنت کی طرف لے جایا جائے گا اللہ تعالیٰ ہمیں ان حضرات میں شامل فرمائے (آمین)،سورۃ الزمر آیت 73 میں فرمایا(وَسِيْقَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ اِلَى الْـجَـنَّةِ زُمَـرًا) ’’اور جن لوگوں نے اپنے رب کا تقویٰ اختیار کیا انہیں جنت کی طرف لے جایا جائے گا‘‘ تقویٰ کیا ہے؟ اللہ کی نافرمانی سے بچنا،من چاہی زندگی بسر نہ کرنا رب چاہی زندگی بسر کرنا، اللہ کی رضا اور اپنی اصل منزل کو سامنے رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنا اور اس کی نافرمانی سے بچنے کی کوشش کرنا یہ تقویٰ ہے(حَتّٰى اِذَا جَاءُ وْهَا وَفُتِحَتْ اَبْوَابُهَا)’’جب وہاں پہنچیں گے اور ان کو WELCOME کیا جائے گا دروازے ان کے استقبال کے لئے کھلے ہوں گے‘‘ (وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا)’’اور اس کے داروغہ انہیں کہیں گے‘‘(سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ)’’ سلامتی ہو تم پر کہ تم بہت خوب رہے‘‘ واقعتاً تم نے اپنی منزل حاصل کر لی مقصد زندگی کو سمجھ لیا تھا مہلت سے فائدہ اٹھالیا تھا (فَادْخُلُوْهَا خَالِدِيْنَ)’’داخل ہو جاؤ اس میں ہمیشہ ہمیش کے لیے‘‘ ہم وہ بھی سن چکے ہیں کہ جب نیک آدمی کی روح قبض کرنے کے لیے فرشتے آتے ہیں تو بشارت اسی وقت مل جاتی ہے اب یہاں ہمیشہ ہمیش کے لیے داخلہ ہو گیا۔ اے اللہ ہمیں ان لوگوں میں شامل فرما(اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ الْجَنَّةَ)اے اللہ ہم تجھ سے جنت کا سوال کرتے ہیں‘‘ بلکہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ صرف جنت نہ مانگا کرو بلکہ جنت الفردوس مانگا کرو اس لیے(اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ الْجَنَّةَ الْفِرْدَوْسَ)’’اے اللہ ہم تجھ سے جنت الفردوس کا سوال کرتے ہیں‘‘

12 مرحلے ہوگیے۔جہنم والوں کو جہنم میں ڈال دیا گیا ہے اور جنت والوں کو جنت کی طرف لے جایا گیا ہے۔میں اب آخری دو باتیں عرض کروں گا۔

مرحلہ نمبر تیرہ اہل جنت ہمیشہ ہمیش جنت کی نعمتوں میں رہیں گے اور مرحلہ نمبر چودہ کہ اہل جہنم بھی ہمیشہ ہمیش جہنم میں رہیں گے یعنی داخلے کے بعد جہنم کے عذاب اور جنت کی نعمتوں

کا بیان !ایک سوال جو ذہن میں آ تا ہے مَیں اس کو بھی واضح کر دوں وہ یہ کہ مشہور بات ہے اور صحیح بھی ہے کہ مسلمان کتنا ہی گناہ گار ہو اپنی سزا برداشت کرنے کے بعد جنت ہی میں جائے گا لیکن اس کے لیے تو ہمیشہ کا معاملہ نہ ہوا، اس کی وضاحت ضروری ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ جی ٹھیک ہے جتنی سزا ہوگی برداشت کر کے جنت میں چلے جائیں گے (اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ) یہ اللہ کو چیلنج کرنے کی بات ہے کہ اللہ تو دے تو دے پھر دیکھ لیں گے معاذ اللہ اس کی وضاحت ذہن میں رکھ لیجیے۔

(13) تیرہواں مرحلہ ہے اہل جہنم کی سزاؤں کا مرحلہ ! ان کی کیفیات کا بیان قرآن میں ہے ایک ہی آیت پڑھوں تو وہ ہلا دیتا ہے فرمایا گیا سورۃ الحج آیت 19 سے 22 میں (ھٰذَانِ خَصْمَانِ اخْتَصَمُوْا فِیْ رَبِّھِمْ)''یہ دو گروہ ہیں لڑ پڑے ہیں اپنے رب کے بارے میں'' ایک ماننے والے اور ایک نہ ماننے والے، (فَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا قُطِّعَتْ لَھُمْ ثِیَابُھُمْ مِنْ نَارٍ)اور جن لوگوں نے انکار کیا ان کے لیے آگ کے کپڑے تیار کئے جائیں گے'' (یُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُ وْسِھِمُ الْحَمِیْمُ)اور ان کے سروں کے اوپر کھولتا ہوا گرم پانی ڈالا جائے گا'' (یُصْھَرُ بِہٖ مَا فِیْ بُطُوْنِھِمْ وَالْجُلُوْدِ)''جو کچھ ان کے بطن میں ہوگا اور ان کی کھالوں کو وہ گلا دے گا''۔ اور ایک بات اور جان لیجیے کہ کھال ایک دفعہ جل کر ختم نہیں ہو جائے گی قرآن میں سورۃ النساء آیت 156 میں ہے کہ ''جب کھال جل جائے گی دوبارہ نئی کھال دیدیں گے اور بار بار نئی کھال دیں گے تا کہ عذاب کے مزے کو چکھتے رہیں'' اے اللہ ہمیں آگ کے عذاب سے بچا (آمین)۔ اور مزید فرمایا کہ (وَلَھُمْ مَقَامِعُ مِنْ حَدِیْدٍ)ان کے لئے لوہے کے ہتھوڑے بھی ہوں گے (کُلَّمَا اَرَادُوْا اَنْ یَّخْرُجُوْا مِنْھَا مِنْ غَمٍّ اُعِیْدُوْا فِیْھَا)جب جب وہاں سے نکلنا چاہیں گے دوبارہ وہاں لوٹا دیے جائیں گے (وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِیْقِ)اور کہا جائے گا کہ جلنے کے عذاب کو چکھتے رہو ہمیشہ کے لیے'' اور یہ صرف قرآن کا ایک مقام ہے ______ قرآن نے کہا کہ سورۃ الدخان آیت 43 میں کہ ''زقوم کا (زہریلا) درخت ان کو کھانا پڑے گا''، جس کی وضاحت جامع ترمذی میں ہے کہ اگر اس کے رس کا ایک ڈول دنیا میں بہا دیا جائے تو دنیا میں بدبو ہی بدبو ہو جائے' وہ ان کو کھانا پڑے گا۔ کہیں فرمایا کہ: ان کا بستر بھی آگ کا، کہیں فرمایا کہ: اوپر بھی آگ اور نیچے بھی آگ، اور آخری پارے میں سورۃ ھُمَزَۃ میں

فرمایا(نَارُاللّٰہِ الْمُوْقَدَۃِ الَّتِیْ تَطَّلِعُ عَلَی الْاَفْئِدَۃِ اِنَّھَا عَلَیْھِمْ مُّوْصَدَۃٌ فِیْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَۃٍ)''اللہ کی بھڑکائی ہوئی آگ ہے جودلوں پر جا لپٹے گی''اس کو دنیا کی آگ پر قیاس نہ کرو بھائیو! دنیا کی آگ کے جلانے کا یقین ہمیں ہوتا ہے اور کوئی جل جائے تو اس کو بچانے کی ہم کتنی فکر کرتے ہیں کیا اتنی فکر آخرت کی جہنم کی آگ سے بچنے کی ہے؟ سورۃ التحریم کی آیت 6 میں(یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْاقُوْٓااَنْفُسَکُمْ وَاَھْلِیْکُمْ نَاراً)اے ایمان والو اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو جہنم کی آگ سے بچاؤ''اتنی محنت (جدوجہد) کرنی چاہیے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ ایک کھجور صدقہ کر کے بھی بچ سکتے ہو تو بچو، جہنم کی آگ سے بچنے کے لیے اتنی محنت بھی کر سکتے ہو کرو، اللہ کے رسول ﷺ کی تہجد کے وقت کی دعاؤں میں یہ الفاظ بھی ہیں اَلْجَنَّۃُ حَقٌّ وَالنَّارُ حَقٌّ اے اللہ جنت بھی حق ہے۔اور جہنم بھی حق ہے۔ جتنا دنیا کی آگ کا ڈر ہے اللہ کرے کہ ہمیں جہنم کی آگ کے جلانے کا یقین ہو جائے جس طرح دنیا کی آگ میں ہاتھ نہیں ڈالتے اے اللہ ہمیں جہنم کی آگ سے بھی بچنے کی توفیق عطا فرما اس کا یقین عطا فرما (آمین) جامع ترمذی کی روایت کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا جس شخص کو جہنم میں کم تر عذاب دیا جا رہا ہوگا اس کی کیفیت یہ ہوگی کہ اس کو انگاروں پر بنی جوتیاں پہنائی جائیں گی انگارے ہی کے اس کے تسمے بھی ہوں گے یہ کم ترین عذاب ہوگا اور وہ سمجھ رہا ہوگا کہ مجھے جہنم کا سب سے بڑا عذاب دیا جا رہا ہے حالانکہ یہ جہنم کا کم ترین عذاب ہوگا، اے اللہ ہمیں آگ کے عذاب سے بچا لے یہ اللہ نے ڈرایا ہے اور اللہ کے کلام کا کوئی معاذ اللہ ایک بھی لفظ بیکار نہیں ہے ہاں اگر وہ ڈراتا ہے تو اپنی رحمت کی خوشخبری بھی سناتا ہے اپنی جنت کی نعمتوں کو بیان بھی فرماتا ہے۔

(14) اب آیئے! چودھویں مرحلے کی طرف اہل جنت کا بیان قرآن مجید میں جا بجا ملے گا جہاں کہیں جہنم کا ذکر ہے وہاں جنت کا بیان بھی ہے۔سورۃ الزخرف آیت 68 سے 73 تک (یٰعِبَادِلَا خَوْفٌ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ وَلَآاَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ) اللہ تعالیٰ خود اپنے بندوں کو پکار کر کہیں گے اے میرے بندو! آج تم پر کوئی خوف نہیں اور نہ غمزدہ ہونے کی ضرورت ہے' اے اللہ ہمیں اس کا مستحق بننے کی توفیق دے، عِبَاد کہا عبادت کرنے والے اللہ ہمیں عبادت کی توفیق عطا فرمائے (آمین) کون سے بندے (اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْ اباٰیٰتِنَا) جو میری آیتوں پر ایمان لائے۔

(وَکَانُوا مُسۡلِمِیۡنَ)مسلم تھے فرمابردار تھے من چاہی زندگی بسر نہیں کرتے تھے بلکہ رب چاہی زندگی بسر کرتے تھے(اُدۡخُلُوۡاالۡجَنَّۃَ اَنۡتُمۡ وَاَزۡوَاجُکُمۡ تُحۡبَرُوۡنَ)''تم بھی جنت میں داخل ہوجاؤ اور تمہاری بیویاں بھی داخل ہوجائیں اور مزے لے کر''اگر تو دنیا میں جوڑا نیک ہے تو اللہ جنت میں جمع فرمادے گا اور اللہ ہمیں ایسی محنت (جدوجہد) کرنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین) کہ آج جو فیملی یہاں پر عارضی طور پر اکٹھی ہے اللہ اس فیملی کو بھی جنت میں اکٹھا فرمادے اگر تو دونوں نیک تو اللہ دونوں کو جمع فرمادے گا اور اگر برعکس معاملہ ہے تو اللہ بہترین جوڑا بنادے گا (یُطَافُ عَلَیۡهِمۡ بِصِحَافٍ مِنۡ ذَهَبٍ وَّاَکۡوَابٍ)ان پر سونے کی رکابیاں اور پیالے پیش کئے جائیں گے''وہاں آرام ہی آرام ہے(وَفِیۡهَا مَا تَشۡتَهِیۡهِ الۡاَنۡفُسُ وَتَلَذُّ الۡاَعۡیُنِ)وہاں وہ کچھ ہوگا جو کچھ ان کے دل چاہیں گے اور آنکھوں کی ٹھنڈک بھی ہوگی''اور کہا جائے گا کہ(وَاَنۡتُمۡ فِیۡهَا خٰلِدُوۡنَ)تم ہمیشہ ہمیش کے لئے اس میں رہوگے''کہیں قرآن ہمیں بتا تا ہے سورۃ محمد آیت 15 میں کہ اللہ شراب کی نہر بھی عطا فرمائے گا اور اللہ خالص شہد کی نہر بھی عطا فرمائے گا اور اللہ خالص دودھ کی نہر بھی عطا فرمائے گا اور اللہ پانی بھی صاف ستھرا عطا فرما دے گا،لیکن یہ دنیا کی شراب نہیں بلکہ جنت کی، یہ دنیا کا دودھ نہیں بلکہ جنت کا، یہ دنیا کا شہد نہیں بلکہ جنت کا، یہ دنیا کا پانی نہیں بلکہ جنت کا میں یہ جملے کیوں کہہ رہا ہوں اس لئے کہ بخاری شریف

کی روایت ہے کہ اللہ کے حبیب ﷺ نے بتایا کہ اللہ نے یہ بات ارشاد فرمائی (حدیث قدسی ہوگئی)اللہ تبارک وتعالی نے فرمایا کہ میں نے اپنے بندوں کے لیے وہ کچھ تیار کیا(مَا لَا عَیۡنٌ رَاَتۡ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتۡ وَلَا خَطَرَ عَلَی قَلۡبِ بَشَرٍ) جو نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا نہ کسی انسان کے دل میں خیال تک آیا________ قرآن نے تو اشارے دیئے ہیں تا کہ ہمارے اندر ترغیب وتشویق کے ذریعے محنت کا جذبہ پیدا ہوسکے کماحقہ AS IT IS وہ کیسا ہے وہ اللہ سبحانہ وتعالی ہی جانتے ہیں، ہم دنیا میں کیا تصور کرسکتے ہیں؟ سوئٹزرلینڈ کے برف پوش پہاڑ ہیں لوگ SUMMER VACATION یا چھٹیاں منانے کے لیے جاتے ہیں ،برج العالم دبئی میں ہوٹل ہے اس کے باہر باہر اندر جانے کے لیے ڈھائی سو درہم خالی اس کی

فیس ہے، ایک کمرے کا کرایہ آٹھ نو لاکھ روپے ایک دن کا ہے، لیکن غریب آدمی اس کو سوچ تو لے گا، نیا گرا فال امریکہ میں ہے بڑے لوگ اس کے اندر جاتے ہیں۔ غریب آدمی کچھ نہیں تو لیپ ٹاپ انٹرنیٹ پر دیکھ تو لے گا۔ لیکن اللہ فرمارہے ہیں نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا نہ کسی دل میں اس کا خیال آیا تصور ہی نہیں کرسکتے اور جب وہ کہہ رہا ہے تو یقین کیوں نہ کیا جائے تو وہ کچھ ہے کہ تصور بھی نہیں کرسکتے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا بخاری مسلم کی روایت ہے کہ جنت میں ایک درخت ایسا ہے اس کا سایہ اتنا طویل ہے کہ ایک سوار اس کے سائے میں سو برس بھی چلتا رہے وہ سایہ ختم نہیں ہوگا' اب آپ کیا تصور کرسکتے ہیں۔ اور کچھ وہ لوگ ہوں گے جو کہ نافرمان مسلمان جو تھے جہنم میں اپنی سزا بگھت کر جنت میں جائیں گے ان میں سے آخری شخص جو جنت میں جائے گا اسے اللہ کہیں گے کہ تجھے کیا چاہیے کہے گا اللہ تو نے معاف کر دیا جہنم سے نکال دیا اور کیا چاہیے اللہ فرمائیں گے جا جس دنیا میں تو رہ کر آیا اس سے دس گنا بڑی جنت تجھے عطا کردی' آپ سوچ ہی نہیں سکتے اور پوری دنیا کیا پورا پاکستان ہی نہیں دیکھا۔

بھائیو! اب فیصلہ کرلیجیے کہ اب اُس منزل کی تیاری کرنی چاہیے یا اس دنیا کی، اس زمین کے دو فٹ نیچے چھ فٹ کے گڑھے میں جائیں گے تو کیا ساتھ جائے گا؟

؎ جائیگا جب جہاں سے کچھ بھی نہ ساتھ ہوگا
دو گز کفن کا کپڑا تیرا لباس ہوگا

اور بھول نہ جائیے سونامی میں ڈھائی تین لاکھ چلے گئے جن کو نہ قبر ملی نہ کفن ملا، 8 اکتوبر 06ء کے زلزلے میں ہمارے مسلمان بھائی گئے نہ قبر ملی نہ کفن نہ جنازہ ہوا، دو گز کفن بھی شاید نہ مل سکے۔

آخری ایک حدیث سنا رہا ہوں مسلم شریف کی ہے اللہ کے نبی ﷺ نے جنت اور جہنم دونوں کا ذکر کردیا ایک شخص پیش ہوگا جس نے دنیا میں بڑی عیاشی، بڑی راحت، بڑی آسانی دیکھی ہوگی لیکن تھا اللہ کا نافرمان اور دنیا میں مست رہا، اللہ اپنے فرشتے کو حکم دیں گے کہ اس کو جہنم کا ایک غوطہ (DIP) دے کر لاؤ فرشتہ لے آئے گا اللہ پوچھے گا کہ تم نے دنیا میں کوئی سکون دیکھا کوئی راحت دیکھی کوئی آسانی دیکھی وہ کہے گا کہ اللہ کی قسم کوئی آسانی نہیں دیکھی کوئی سکون نہیں دیکھا کوئی راحت کبھی نہیں دیکھی، یہ جہنم میں ایک غوطہ دیا تو انسان دنیا کی ساری لذتیں اور

عیاشیاں بھول گیا اور ایک دوسرا پیش ہوگا جو اللہ کا مؤمن بندہ، فرمانبردار، تقویٰ اختیار کرنے والا، آخرت کو سامنے رکھ کر زندگی بسر کرنے والا تھا لیکن دنیا میں تنگدست تھا اللہ کے راستے میں مصائب پریشانیاں مشکلات آتی ہیں اس سے گزر کر آیا ہوگا اللہ فرشتے سے کہیں گے کہ اسے لے کر جاؤ اور جنت میں بس غوطہ دے کر لے کر آ جاؤ فرشتہ لے آئے گا اللہ پوچھیں گے کہ تم نے دنیا میں کوئی تکلیف دیکھی کبھی کوئی مصیبت آئی، کوئی پریشانی آئی کبھی کوئی مسئلہ ہوا عرض کرے گا اے اللہ تیری ذات کی قسم کوئی تکلیف نہیں دیکھی کوئی مصیبت نہیں دیکھی کوئی پریشانی نہیں آئی کوئی مسئلہ کبھی ہوا ہی نہیں، یہ ہے جو رسالت مآب ﷺ نے ایک اور پہلو ہمارے سامنے رکھ کر واضح کر دیا کہ اس عارضی فانی اور چندروزہ زندگی کی فکر نہ کرو وہ اصل ہمیشہ دائمی کی فکر کرو اِنَّـا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْـهِ رَاجِعُوْنَ اللہ ہی کے ہیں اسی کی طرف سے آئے اور اسی کی طرف لوٹ کر جائیں گے، یہ سفر ہمارا جاری ہے مہلت ابھی باقی ہے نہ جانے کب وقت آ جائے اور یہ آنکھیں بند ہو جائیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان آنکھوں کے بند ہو جانے سے پہلے پہلے اس اصل منزل کی تیاری کی توفیق ہمیں عطا فرمائے۔ اٰمین یارب العٰلمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔